عقائدِ نظامیہ

تحقیق وتالیف

حضور فخر الاولیاء خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلویؒ

تحقیق وترجمہ

ڈاکٹر محمود علی انجم

عقائدِ شریعۃ

تحقیق وتالیف

ڈاکٹر محمود علی انجم

(ایم اے، ایم ایس سی نفسیات، ایم سی ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی اقبالیات)

(بانی تھری آئی سائیکوتھراپی، اسلامک سائیکالوجسٹ، سپر چوالسٹ، صوفی سائیکوتھراپسٹ)

ریسرچ سکالر (اسلامیات، تصوف، اقبالیات، اردو، نفسیات وروحی علوم)

عقائدِ نظامیہ

تحقیق وتالیف

حضور فخر الاولیاء خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی

ترجمہ

ڈاکٹر محمود علی انجم

عقائدِ شریعۃ

تحقیق وتالیف

ڈاکٹر محمود علی انجم

نظر ثانی

پروفیسر محمد اقبال احمد نقشبندی

تحقیق وتالیف وپیشکش:۔

(ایم اے، ایم ایس سی نفسیات، ایم سی ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی اقبالیات)

(صوفی سائیکوتھراپسٹ، گائیڈ وکونسلر، محقق، مصنف، مترجم، پبلشر، ایڈیٹر)

ریسرچ سکالر (اسلامیات، تصوف، اقبالیات، اردو، نفسیات وروحی علوم)

سابق پرنسپل ''چشتیہ کالج، فیصل آباد''

ایڈیٹر ''ماہنامہ نورِ ذات'' رجسٹرڈ، منظور شدہ

پروپرائٹر ''نورِ ذات پبلشرز''، لاہور

نورِ ذات پبلشرز، لاہور

Mobile & Whats App: 0321-6672557 Email: Anjum560@gmail.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

جملہ حقوق بحق مصنفِ کتاب محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ عقائدِ نظامیہ

تحقیق وتالیف:۔ حضور فخر الاولیاء خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی

ترجمہ:۔ ڈاکٹر محمود علی انجم

(ایم اے، ایم ایس سی نفسیات، ایم سی ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی اقبالیات)

(صوفی سائیکوتھراپسٹ، گائیڈ و کونسلر، محقق، مصنف، مترجم، پبلشر، ایڈیٹر)

ریسرچ سکالر (اسلامیات، تصوف، اقبالیات، اردو، نفسیات و روحی علوم)

بانی و صدر (بزم فقرِ اقبال، بزم علم و عرفان، ایجوکیٹر اینڈ لرنرز ویلفیئر آرگنائزیشن)، نائب صدر بزمِ فکرِ اقبال، انٹرنیشنل

سابق پرنسپل ''چشتیہ کالج، فیصل آباد''، ایڈیٹر ''ماہنامہ نورِ ذات'' رجسٹرڈ، منظور شدہ، پروپرائٹر ''نورِ ذات پبلشرز''، لاہور

نام کتاب:۔ عقائدِ شریعۃ

تحقیق وتالیف:۔ ڈاکٹر محمود علی انجم

برائے رابطہ:۔ فون نمبر / وٹس ایپ نمبر:۔ 0323-6672557 / 0321-6672557

ای میل:۔ Anjum560@gmail.com/Anjum560@outlook.com

کمپوزنگ:۔ محمد آصف مغل

طابع:۔ نورِ ذات پبلشرز

فون نمبر / وٹس ایپ نمبر:۔ 0323-6672557 / 0321-6672557

ای میل:۔ Anjum560@gmail.com/Anjum560@outlook.com

سنِ اشاعت:۔ جنوری ۲۰۲۴ء

راقم الحروف نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ حتی المقدور تحقیقی وتنقیدی شعور سے کام لیتے ہوئے 'موضوعِ تحقیق' سے انصاف کیا جائے اور حقائق تک رسائی حاصل کر کے انھیں سند و حوالہ جات کے ساتھ ضبطِ تحریر میں لا کر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ تاہم، ہر انسانی کوشش کی طرح علمی و ادبی کاموں میں بھی غلطی، کوتاہی اور نقص کا امکان رہتا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ انھیں اس کتاب میں کسی مقام پر کوئی کمی بیشی و غلطی نظر آئے تو مجھے ضرور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں ان کی قیمتی آرا سے استفادہ کیا جا سکے۔

واللہ الموفق و ھو الھادی الی سواء السبیل. اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم. الحمد للہ رب العالمین.

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدمَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَآ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرٰتِ فِی الْحَیَاتِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ وَرَافِعُ الدَّرَجَاتِ وَیَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ وَیَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتِ وَیَادَافِعَ الْبَلِیَّاتِ وَیا حَلَّ الْمُشْکِلَاتِ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ یَآ اِلٰھِیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ط☆ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ ط سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ اِلٰھاً وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَداً لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُواً اَحَدٌ ○ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ○ وَاَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا ○ یَارَبِّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِیْ لِجَلَالِ وَجْھِکَ وَعَظِیْمِ سُلْطَانِکَ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی ☆ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ ☆ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ ☆ لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَخَلْقِہٖ ☆ اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ خَلْقِہٖ ☆ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی ☆ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ☆ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ ☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ☆ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ ☆

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدمَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط☆

کتاب دوستی

کامیاب زندگی گزارنے کے لیے زندگی کا مقصد اور اسے گزارنے کا طریقہ جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔اس مقصد کے لیے بہترین مخلوق کا رُوپ عطا کرنے والے احد و واحد رب تعالیٰ نے انبیا و رُسل پر آسمانی کتابیں اور صحائف نازل فرمائے اور انھیں بطور معلم انسانوں کو تعلیم دینے اور ان کی تربیت کرنے کا فریضہ سرانجام دینے کی ذمہ داری تفویض فرمائی۔کتاب ہر ایک معلم و متعلم کی بنیادی ضرورت ہے۔ایک مسلمان تا حیات معلم اور متعلم کے طور پر زندگی بسر کرتا اور ہر وقت اپنی اور دوسروں کی اصلاح اور فلاح کے لیے مصروف بہ عمل رہتا ہے۔حیات بخش اور حیات افروز علم و ادب پر مشتمل کتابیں ہر فرد کی ضرورت ہیں۔ ایسی تحقیقی،مستند کتابیں جو منشائے الٰہی کے مطابق دنیوی اور اُخروی فوز و فلاح کے حصول میں مدد و معاون ہوں،ان کا مطالعہ اور ان سے ملنے والی تعلیمات پر عمل کرنا از حد ضروری ہے۔

اپنے بارے میں،اپنے خالق و مالک کے بارے میں،اس کائنات کے بارے میں،اپنے محبوب حکما، علما،صوفیہ،ادبا اور شعرا کی نگارشات سے استفادہ کرنے کے لیے مطالعہ کی عادت اپنائیں۔

یہ کتابیں اسی جذبے کے تحت آپ کو پڑھنے کے لیے پیش کی گئی ہے۔انہیں خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لیے دیں۔

سُرورِ علم ہے کیفِ شراب سے بہتر کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

محترمی ومکرمی! ____________________

____

”عقائدِ نظامیہ“و”عقائدِ شریعۃ“

ازطرف:۔ ____________________

تاریخ:۔ ____________ دن:۔ ____________

اظہارِ تشکر

وَاللّٰہُ اَخۡرَجَکُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّھٰتِکُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَۃَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ٥

اوراللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹ سے (اس حالت میں) باہر نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھےاوراس نے تمھارے لیے کان اورآنکھیں اوردل بنائے تاکہ تم شکر بجالاؤ٥

زیرِنظرکتب ''عقائدِ نظامیہ'' و''عقائدِ شریعۃ'' کی تصنیف وتالیف کی سعادت حاصل ہونے پر میں ربِ قدیراوراپنے آقاومولانبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے حدوحساب شکرگزارہوں۔میں اپنے روحانی، علمی وادبی محسنین اورکرم فرماؤں خصوصاً سلطان الفقراقبلہ فقیرنورمحمدکلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، پیرومرشدحضرت قبلہ فقیر عبدالحمیدسروری قادری رحمۃ اللہ علیہ، اپنے نہایت واجب الاحترام والدمحترم حاجی محمدیٰسین رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ محترمہ کاشکرگزارہوں جن کی تعلیمات، دعاؤں، توجہ اورشفقت کی بدولت اس کارِسعادت کی توفیق عطا ہوئی۔ میرے کرم فرما اساتذہ پروفیسر ڈاکٹرمحمدآصف اعوان (پی ایچ ڈی اقبالیات)، پروفیسر ڈاکٹر محمدافضال انور(پی ایچ ڈی اردو)، پروفیسرڈاکٹرارشادشاکراعوان(پی ایچ ڈی اقبالیات)، پروفیسرڈاکٹر قمراقبال (پی ایچ ڈی اقبالیات) اور پروفیسرڈاکٹرمظفرعلی کاشمیری (پی ایچ ڈی اقبالیات) کی مدد، رہنمائی اوردعاؤں کی بدولت مجھے یہ کارِخیرسرانجام دینے کی توفیق حاصل ہوئی۔میری بیوی(فوزیہ نسرین انجم)، بیٹی (عروج فاطمہ)، داماد (اسدمحمود)، بہو(فائزہ حامد) اور بیٹوں (حامدعلی انجم اوراحمدعلی انجم) نے میرے حصے کی ذمہ داریاں سرانجام دے کر، ہرطرح سے میری ضروریات کا خیال رکھ کر مجھے ذہنی وقلبی فراغت کے لمحات حاصل کرنے میں گراں قدرخدمات سرانجام دی ہیں۔میں ان سب کا تہہ دل سے شکر گزارہوں۔میں اپنی اس علمی، ادبی وروحانی کاوش کوان سے منسوب کرتاہوں اوردل کی گہرائیوں سے ان کے لیے دعاگوہوں۔

احقرالعباد
طالبِ دعاومنتظرِآرا
ڈاکٹرمحمودعلی انجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلۡفَ اَلۡفِ مَرَّۃٍ وَّبَارِکۡ وَسَلِّمۡ ط

انتساب

سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمام انبیاورسل، امہات المؤمنین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد پاک، پنجتن پاک، آئمہ مطہرین، معصومین، تمام صحابہ کرام وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، اولیائے امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام مشائخ عظام، علمائے کرام، تمام مومنین ومومنات، مسلمین ومسلمات، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی ودیگر تمام سلاسلِ حق کے پیرانِ عظام واہلِ سلسلہ، ساتوں سلطان الفقراء خصوصاً حضرت پیرانِ پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غریب النواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ صابر پیا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ، مرشدِ من حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد غلام نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ، فرید العصر میاں علی محمد خاں چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد مسعود احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، سرکار میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ گوہر عبد الغفار چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ، میاں غلام احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، میاں مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ اوران کے اہل و عیال، حضرت میاں علی شیر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں فریاد احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد افضال انور، پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال، پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان، پروفیسر ڈاکٹر مظفر کاشمیری، پروفیسر ڈاکٹر محمد غلام معین الدین نظامی، ڈاکٹر محمد شفیق، ڈاکٹر محمد اصغر، پروفیسر سلیم صدیقی، استادِ محترم پروفیسر عبد اللہ بھٹی، بندہ عاجز اور اِس کی اہلیہ کے والدین (حاجی محمد یٰسین وبیگم یٰسین، میاں لطیف احمد وبیگم میاں لطیف احمد)، بندہ عاجز کی اہلیہ (فوزیہ نسرین انجم)، بیٹی (عروج فاطمہ)، داماد (اسد محمود)، بہو (فائزہ حامد)، بیٹوں (حامد علی انجم، احمد علی انجم)، پوتے (محمد علی انجم)، پوتی (ماہ نور فاطمہ)، بہنوں (مسز یاسمین اختر، مسماۃ ناہید اختر)، برادران (میاں مقصود علی چشتی نصیری، میاں سجاد احمد قادری، میاں فیاض احمد، میاں شہباز احمد، میاں اعجاز احمد، میاں خرم یٰسین، میاں عاصم یٰسین، میاں ارشد محمود، میاں افتخار احمد، میاں ابرار احمد، میاں عمران احمد، میاں نسیم اختر) اوران کے اہل وعیال، مسٹر ومسز نصیر واہلِ خانہ، خالد محمود (پروپرائٹر: خالد بک ڈپو، لاہور)، کاشف حسین گوہر (پروپرائٹر: ہمدرد کتب خانہ)، الطاف حسین گوہر (پروپرائٹر: گوہر سنز پبلی کیشنز)، تمام مسلمان آباؤ اجداد، بہن بھائیوں، بیٹوں، بیٹیوں، دامادوں، بہوؤں، نسلِ نو، احباب، رفقا، اساتذہ، تلامذہ، ظاہری وباطنی بلاواسطہ وبالواسطہ محسنین، علمی نسبی، روحانی تعلق رکھنے والے تمام احباب، بندہ عاجز کے چاہنے والوں اوران سب کو جن سے بندہ عاجز کو محبت ہے، تاابد الآباد اس کا ثواب ایصال ہو۔ بندہ عاجز سے جانے انجانے کسی بھی صورت میں ایسے تمام افراد جن کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سرزد ہوئی انھیں بھی اس کارِ خیر کا ثواب ایصال ہو اور ذاتِ باری تعالیٰ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے صدقے اپنے فضل وکرم سے اسے بطور قضا وکفارہ شمار فرما کر اُن سب کی اور بندہ عاجز کی مغفرت فرمادے۔ (آمین)

وَالَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ۠o

اور وہ لوگ (بھی) جو اُن (مہاجرین وانصار) کے بعد آئے (اور) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہےo الحشر [59:10]

پیش لفظ

عقائدِ نظامیہ اور عقائدِ شریعۃ آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔''عقائد شریعۃ'' میں بنیادی عقائد تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں تا کہ مسلمان بھائی عصرِ حاضر کی ضرورتوں اور مختلف فرقوں کے معائب ومحاسن سے ازخود آگاہ ہوسکیں۔اس کتاب کی تیاری میں تحقیق، تقلیدِ آئمہ اور تسہیل کے اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔تمام قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علمائے کرام مع حوالہ جات درج کیے گئے ہیں۔

اس تصنیف کی تکمیل کے دوران تحقیق کے نتیجہ میں دیگر کتب سے متعلقہ کچھ ضروری باتیں علم میں آئی ہیں جو کہ پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمد شفیع اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''درس توحید'' کے صفحہ نمبر ۴۵ تا ۵۱ پر درج قریباً تمام قرآنی آیات کے حوالہ جات غلط ہیں۔ان آیات کے نمبر اور سورتوں کے نمبر درست نہیں لکھے گئے۔

بندہ نے اپنی اس تصنیف میں صفحہ نمبر ۲۷ پر درج عنوان کے تحت ان تمام آیات مقدسہ کے درست حوالہ جات درج کر دیے ہیں۔ تمام حوالہ جات کمپیوٹر پر قرآن حکیم کے پروگرام کی مدد سے چیک کیے گئے ہیں اور بعد میں حفاظ کرام نے قرآن حکیم کے مطبوعہ نسخوں سے ان حوالہ جات کی تصدیق کر لی ہے۔

۲۔ پروفیسر طاہر القادری کی تصنیف ''معارف اسم محمد ﷺ'' کے صفحہ نمبر ۱۰ پر درج ہے کہ قرآن حکیم میں لفظ ''محمد ﷺ'' تین مقامات پر آیا ہے۔تینوں آیاتِ مقدسہ، الفتح (۲۹:۴۸)، محمد (۲:۴۷) اور آل عمران (۱۴۴:۳) مع ترجمہ لکھ دی گئی ہیں۔

بندہ عاجز کی تحقیق کے مطابق قرآن حکیم میں لفظ ''محمد ﷺ'' چار مقام پر آیا ہے۔تین حوالہ جات تو آپ نے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ قرآن حکیم میں چوتھا مقام سورۃ الاحزاب (۴۰:۳۳) ہے جہاں کہ اسم محمد ﷺ کا ذکر ہوا ہے۔

مولانا شفیع اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور محترم پروفیسر طاہر القادری کے علمی مقام کے پیشِ نظر یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ سب غلطیاں کتابت کی ہیں علمی نہیں۔

کتاب!''نظام العقائد معروف بہ عقائد نظامیہ'' حضرت شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جلیل القدر تصنیف ہے۔اس کا ترجمہ حضرت قبلہ سید مسلم نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے جو کہ نہایت معیاری اور نفیس ہے۔حضرت نے ترجمہ میں لفظی و بامحاورہ دونوں ضرورتوں کو پیش نظر رکھا ہے جس وجہ سے عصرِ حاضر میں عوام الناس اس سے بھرپور استفادہ نہیں کر سکتے۔

میں نے سلیس اردو میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔مجھے اپنی کم علمی و نارسائی کا بالکل احساس ہے لیکن حضور فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس گراں قدر تالیف کی قدر و قیمت اور اہمیت کے پیشِ نظر یہ جسارت کرنا پڑی کیونکہ طبیعت کو گوارا نہیں کہ یہ قیمتی اثاثہ منظرِ عام سے اوجل ہو جائے۔میرے اس سلیس ترجمہ کو حضرت قبلہ پروفیسر اقبال مدظلہ العالی نے نہایت توجہ سے پڑھا اور از راہِ نوازش نہایت تحقیق کے ساتھ چند ایک مقامات پہ علمی رہنمائی بھی فرمائی ہے جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔اسی طرح مولانا عبدالقوی (ایم اے عربی گولڈ میڈلسٹ) نے بھی نظر ثانی فرما کر نوازش فرمائی۔آپ کے پیشِ نظر ترجمہ ''عقائد نظامیہ'' میں بیان کی گئی تمام آیاتِ مقدسہ کے حوالہ جات بھی درج کر دیے گئے ہیں اور ترجمہ و اعراب قرآن حکیم سے ملا لیے گئے ہیں۔اس سلسلے میں مجھے اپنے ادارہ کے اسٹوڈنٹس حافظ سہیل، حافظ سجاد اور حافظ رضوان کی معاونت حاصل ہے جس کے لیے بندہ ان حضرات کے لیے دعا گو ہے۔جن حضرات کے پاس پرانا نسخہ ہے وہ نوٹ فرمالیں کہ سہوِ کاتب کی وجہ سے اس پرانے نسخہ میں درج ذیل غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ عقیدہ نمبر ۳۰ میں بیان کی گئی آیت (سورۃ سبا، آیت نمبر ۳) ''وَلَا یَعۡزُبُ'' کے شروع میں ''وَ'' اضافی دیا گیا ہے۔ آیت مقدسہ ''لَا'' سے شروع ہوتی ہے نہ کہ ''وَ'' سے۔

۲۔ عقیدہ نمبر ۴۳ میں بیان کی گئی آیت (سورۃ الانعام:۱۰۲) کا متن ''خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ'' اصلاح طلب ہے۔ اصل آیت ''خَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ'' ہے۔

۳۔ عقیدہ نمبر ۴۵ میں (سورۃ آل عمران:۳۲) کا پہلا لفظ ''اِنَّ'' لکھا ہے۔ صحیح لفظ ''فَاِنَّ'' ہے۔

۴۔ عقیدہ نمبر ۴۸ میں حضور کریم ﷺ کے شجرہ نسب شریف میں لفظ ''بن'' اور ''ابن'' کے استعمال کا فرق ہے۔ ہمارے نزدیک جو استعمال درست ہے اس ترجمہ میں دے دیا گیا ہے۔

۵۔ اسی طرح ہم نے عقیدہ نمبر ۴۹ کے ترجمہ میں از روئے احترام خلفائے راشدین کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ القابات کا اضافہ کیا ہے۔

۶۔ عقیدہ نمبر ۶۴ میں بیان کیے گئے لفظ ''خرق'' کے مفہوم کو ترجمہ میں مزید واضح صورت میں لکھ دیا گیا ہے۔

آخر پر بندہ عاجز آپ حضرات سے درخواست کرتا ہے کہ بندہ کی تصنیف میں جہاں کہیں کوئی غلطی علم میں آئے معاف فرما کر درست کر دیں اور مجھے ضرور آگاہ فرمائیں بہت ممنون ہوں گا۔

طالب دعا
محمود علی انجم عفی عنہ

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	حمد ونعت	۰۳
	کتاب دوستی	۰۴
	اظہارِ تشکر	۰۵
	انتساب	۰۶
	پیش لفظ	۰۷
	فہرست مضامین	۰۹
	بنیادی عقائد	۱۲
	اسلامی عقیدوں کا خلاصہ	۱۴
	دین اسلام	۱۶
	دین اسلام کا لغوی واصطلاحی مفہوم	۱۶
	عقیدے اور ایمان کے معنی	۱۷
	دیندار اور بے دین سے کیا مراد ہے؟	۱۸
	دین اسلام کی تعلیمات کا تاریخی پس منظر	۱۸
	ایمانیات کی اہمیت	۱۸
	عقیدۂ توحید	۱۹
	توحید باری تعالیٰ کا اسلامی مفہوم	۱۹
	اللہ کے معنی	۱۹
	لفظ ''اللہ'' کا مطلب	۲۰
	الوہیت کا مفہوم	۲۲
	وجود باری تعالیٰ	۲۳
	ذات باری تعالیٰ کی یکتائی	۲۵
	صفات باری تعالیٰ کی یکتائی	۲۶
	صفات کے تقاضوں میں یکتائی	۲۶
	سورۃ اخلاص اور درس توحید	۲۷
	اسماء اللہ الحسنیٰ	۲۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	الوہیت عطائی نہیں ہوسکتی	۲۸
	باذن اللّٰہ اور من دون اللّٰہ کا فرق	۲۸
	ذاتی اور عطائی صفات کا فرق	۳۰
	شرک	۳۶
	شرک کے لفظی اور اصطلاحی معنی	۳۶
	ذات میں شرک	۳۶
	صفات میں شرک	۳۷
	صفات کے تقاضوں میں شرک	۳۷
	شرک کی مختلف صورتیں	۳۸
	انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات	۳۹
	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ	۴۰
	مذاہب عالم پر اسلام کے عقیدۂ توحید کے اثرات	۴۱
	حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملحد سے دلچسپ مناظرہ	۴۱
	رسالت	۴۵
	رسالت کے لغوی اور اصطلاحی معنی	۴۵
	نبوت ورسالت کی ضرورت	۴۵
	نبی اور رسول میں فرق	۴۶
	انبیاء ورسل کی تعداد	۴۶
	علم جفر کی رو سے ایک ایمان افروز نکتہ	۴۷
	ابجد عربی	۴۸
	انسانوں کا فرشتوں پر فضیلت کا مسئلہ	۴۸
	انبیاء کی خصوصیات	۴۹
	رسالت محمدی اور اس کی خصوصیات	۵۰
	ختم نبوت	۵۱
	تعظیم نبی ﷺ کے لیے درس قرآن	۵۲
	صحابہ اور تعظیم نبی ﷺ	۵۳
	نسبتِ رسول ﷺ کی تعظیم	۵۵
	اولادِ رسول ﷺ کی تعظیم	۵۶
	گستاخ رسول کی سزا قتل	۵۶
	ایک گستاخِ رسول کو قتل کرنے کا نبوی حکم	۵۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	اجماع امت	۵۷
	حضرت نبی کریم ﷺ کے ہم (مسلمانوں) پر حقوق	۵۹
	ایک ایمان افروز واقعہ	۵۹
	عقیدۂ آخرت	۶۱
	عقیدۂ آخرت کی اہمیت	۶۱
	عقیدۂ آخرت کے بنیادی نکات	۶۲
	اسلام میں عقیدہ آخرت کی اہمیت	۶۳
	ملائکہ	۶۴
	آسمانی کتابیں	۶۴
	فضائل وخصائص قرآن حکیم	۶۵
	حفاظت قرآن سے متعلق ایک دلچسپ حکایت	۶۶
	تقدیر	۶۷
	عقائد متفرقہ اہل سنت وجماعت	۶۹
	احمدیت کی تاریخ	۷۲
	قادیانی کذاب کے جھوٹے دعوے	۷۳
	عقائد نظامیہ	۷۷
	حضرت شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۷۸
	ترجمہ عقائدِ نظامیہ	۸۱
	دعا ودرود شریف	۹۲
	مآخذ	۹۳

بنیادی عقائد

جس طرح کسی عمارت کا وجود بغیر بنیاد اور ستونوں کے ممکن نہیں اسی طرح کسی بھی دین کا وجود بنیادی نظریات اور عقائد کے بغیر ممکن نہیں ۔ان بنیادی عقائد کا اختیار کرنا گویا اس دین کو اختیار کرنا ہے ۔جبکہ ان بنیادی عقائد کا انکار اس دین کا انکار ہوتا ہے ۔انکار کی کئی صورتیں ہوتی ہیں ۔جن سے آگاہی علم کے بغیر ممکن نہیں ۔

ہمارا دین اسلام ہے ۔نبی کریم ﷺ نے ہر مسلمان مرد وعورت کو ماں کی گود سے لے کر آخری دم تک علم حاصل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے ۔بہت سی قرآنی آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے ۔علم کی بدولت معرفت الٰہی اور مقصد حیات کی تکمیل ممکن ہے ۔دنیا اور آخرت کی ہر نعمت علم کی بدولت بفضل الٰہی حاصل ہو سکتی ہے ۔جبکہ بغیر علم کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ،

کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں ۔

علم کو عبادت پر فضیلت عطا کی گئی ہے کیونکہ علم کے بغیر صحیح عبادت بھی ممکن نہیں ۔بلکہ علم کے بغیر انسان عبادت بھی ضائع کر بیٹھتا ہے ۔علم کی اہمیت مزید بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ایک سبق آموز حکایت پیش کی جاتی ہے جس سے علم کی اہمیت مزید واضح ہو جاتی ہے ۔

ایک روز شیطان لعین انسان کی شکل بن کر ایک ایسے عابد کی راہ میں کھڑا ہو گیا جو عالم نہ تھا ۔جب وہ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد فجر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف تشریف لائے تو راستے میں ابلیس کھڑا تھا ۔اسلام علیکم !وعلیکم السلام !حضرت !مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے ۔عابد نے کہا ،جلد پوچھو !مجھے نماز کو جانا ہے ۔شیطان نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیہ نکالی اور پوچھا' کیا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ سارے آسمانوں اور زمین کو اس چھوٹی سی ڈبیہ میں داخل کر دے ۔عابد نے سوچا اور کہا ،کہاں آسمان وزمین اور کہاں یہ چھوٹی سی ڈبیہ ۔شیطان نے کہا ،بس اتنا ہی پوچھنا تھا ۔تشریف لے جائیے ۔

شیطان نے اپنے شیاطین سے کہا ،دیکھو اس جاہل عابد کی میں نے راہ ماردی ۔اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ہی ایمان نہیں عبادت کس کام کی ۔

طلوع آفتاب کے قریب ایک عالم تیزی سے چلتے ہوئے تشریف لائے ۔شیطان نے تبادلہ سلام کے بعد کہا ،مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے ۔انہوں نے فرمایا ،پوچھو ۔جلدی پوچھو !نماز کا وقت بہت کم ہے ۔اس نے وہی سوال کیا ۔عالم نے لاحول پڑھا اور کہا ،ملعون تو ابلیس معلوم ہوتا ہے ۔اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے ۔یہ ڈبیہ تو بہت بڑی ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سوئی کے ناکے کے اندر سے کروڑوں آسمان و زمین داخل فرمادے ۔بے شک ،

''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ''

بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے ۔

اس عالم کے تشریف لے جانے کے بعد شیطان نے اپنے لشکر سے کہا ،دیکھا یہ علم کی برکت ہے ۔

محترم قارئین !ہر مسلمان پر فرض ہے کہ سب سے پہلے بنیادی عقائد کا علم حاصل کرے اور ارکان اسلام کی ادائیگی کے لیے جس قدر ضروری ہے اتنا علم ضرور حاصل کرے ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے مکی دور میں سب سے پہلے بنیادی عقائد کی ہی تعلیم دی ۔بنیادی عقائد اور ارکان اسلام کی تعلیم کے سلسلہ میں آپ ﷺ کی یہ مشہور حدیث پاک احادیث مبارکہ کی تقریباً تمام مستند کتابوں میں موجود ہے ۔حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں ۔

یحیٰی بن یعمر امام ابوحنیفہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے الاستاذ کہتے ہیں کہ میں اپنے ہمراہی کے ساتھ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھا ۔

کہ اچانک عبداللہ بن عمرؓ نظر پڑے میں نے ساتھی سے کہا کہ کیا چاہتے ہو کہ ہم ان کے پاس جا کر قدر کا مسئلہ پوچھیں کہا ہاں۔تو میں نے کہا اچھا مجھے سوال کرنے دو۔کیونکہ میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔یحیٰ کہتے ہیں کہ پھر ہم حضرت عبداللہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے عرض کیا،''اے ابوعبدالرحمٰن (حضرت عبداللہؓ کی کنیت) ہم اس سرزمین پر چلتے پھرتے ہیں اور کبھی ایسے شہر میں بھی ہمارا گزر ہوتا ہے۔ جس کے باشندے کہتے ہیں کہ قدر کوئی چیز نہیں۔تو ایسے لوگوں کو ہم کیا جواب دیں؟'' آپؓ نے فرمایا،''ان کو میری طرف سے یہ بات پہنچا دو کہ میں ان سے بیزار ہوں اور بری۔اور اگر میں کچھ مددگار پالوں تو ان سے جہاد کروں۔'' پھر آپؓ نے یہ حدیث پاک بیان فرمائی۔ارشاد فرمایا کہ،''ہم صحابہ پانچ دس کی تعداد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ناگاہ ایک خوبصورت سفید رنگ کا جس کی کاکلیں کاندھوں پر لٹکی ہوئیں، خوشبو سے مہکتا ہوا سفید پوش سامنے آتا دکھائی دیا۔قریب آکر کہا''السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ السلام علیکم۔'' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی سلام کا جواب دیا اور ہم نے بھی۔پھر اس نے نہایت ادب سے کہا کہ کیا میں قریب آ سکتا ہوں؟ یا رسول اللہ ﷺ' آپ ﷺ نے فرمایا آجاؤ۔تو وہ ایک دو قدم اور قریب ہوا پھر کھڑے ہو کر نہایت ادب سے دوبارہ پوچھا،'' کیا اور قریب حاضر ہوں، یا رسول اللہ ﷺ؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا،''ہاں قریب آؤ۔'' تو وہ قریب آ بیٹھا اور اپنے گھٹنے آنحضرت ﷺ کے گھٹنوں سے جوڑ لئے۔۔پھر بولا مجھے ایمان کی حقیقت بتایئے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر ایمان لائے۔اس کے فرشتوں پر۔اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور اس پر کہ بروز قیامت اس سے ملاقات ہوگی اور قیامت کے دن پر۔اور اس پر کہ جو تقدیر بھلی ہے یا بری وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اس نے کہا،''صدقت'' سچ فرمایا آپ ﷺ نے۔حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ اس کا ''صدقت'' کہنا اور رسول اللہ ﷺ کا تصدیق فرمانا ہمارے لئے حیرانی کا سبب ہوا کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے جانتا ہے۔پھر کہنے لگا کہ اسلام کے احکامات بتایئے کہ وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا''نماز پڑھنا، زکوۃ دینا، حج بیت اللہ کرنا اگر وہاں جانے کی استطاعت رکھتا ہے، رمضان کے روزے رکھنا اور غسل جنابت کرنا۔'' اس نے پھر کہا کہ''صدقت'' سچ کہا آپ ﷺ نے۔ہم کو اس قول''صدقت'' پر پھر تعجب ہوا۔پھر بولا مجھے احسان کی حقیقت بتلایئے کہ وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو ہر عمل کو اس حالت سے سرانجام دے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔اگر تجھ کو یہ حالت نصیب نہ ہو تو کم از کم یہ خیال کر کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔اس نے کہا اگر میں نے ایسا کیا تو کیا میں محسن ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا،''بیشک'' کہنے لگا سچ فرمایا آپ ﷺ نے۔پھر اس نے کہا کہ مجھ کو قیامت کا حال بتایئے کہ وہ کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس سے سوال کرتے ہو وہ اس بارے میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔البتہ اس کی چند نشانیاں ہیں۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ بارش کب ہوگی؟ عورت کے رحم میں کیا ہے؟ کل انسان کیا کرے گا؟ اور یہ کہ انسان کس جگہ مرے گا؟ البتہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو جاننے والا ہے اور ان سے باخبر ہے۔اس نے کہا''سچ'' کہا آپ نے'' اور یہ کہہ کر ہمارے سامنے ہی واپس لوٹ گیا۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا،

''ذرا بلانا اس آدمی کو۔ہم اس کے نشان قدم پر دوڑ پڑے۔مگر ہمیں اس کا کچھ پتہ نہ چلا اور نہ سمجھے کہ کدھر غائب ہو گیا۔یہ ہی بات ہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے کہ تم کو تمہارے دین کی باتیں سکھلانے آئے تھے۔اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اس موقع کے علاوہ وہ جب بھی کسی صورت میں نمودار ہوئے میں نے ان کو پہچان لیا۔

(مسند امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مترجم اردو ص۲، مسلم شریف عربی جلد اول ص۲۹ مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

قارئین کرام! مندرجہ بالا حدیث پاک میں دین اسلام کے بنیادی عقائد، ارکان اسلام، احسان اور علم غیب ذاتی کے سلسلہ میں تعلیم دی گئی ہے۔چھ کلموں، ایمان مجمل اور ایمان مفصل میں انہیں باتوں کا اقرار ہے۔یہ باتیں جاننا اور ماننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہیں۔ موضوع سے متعلقہ متعدد قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے پیش نظر بنیادی عقائد کا خلاصہ پیش نظر ہے۔ان کا بغور جائزہ لینا ضروری ہے تا کہ آئندہ اوراق میں بیان کی گئی تفصیلات کو ہم اچھی طرح سمجھ سکیں۔

اسلامی عقیدوں کا خلاصہ

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور صفات کے تقاضوں میں ایک ہے۔ اس کی ذات، صفات، اور صفات کے تقاضوں میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ سب ہی اسی کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جتنے بھی نبی اور رسول بھیجے ان سب کو ہم گناہوں سے پاک اور اللہ تعالیٰ کا محبوب مانتے ہیں۔ ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں۔

۳۔ بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کتابوں میں سب سے افضل اور آخری کتاب قرآن عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم کتاب اپنے سب سے افضل رسول حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی اور خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

۴۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی مخلوق ہیں جو نہ مرد ہیں نہ عورت۔ وہ اللہ تعالیٰ کے معصوم اور فرمانبردار بندے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو خدا کا حکم ہوتا ہے ان کی غذا اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر ہے۔

۵۔ جن اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ یہ آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ انسانوں کی طرح کھاتے پیتے، جیتے اور مرتے ہیں۔ ان میں مسلمان بھی ہیں اور کافر و بے دین بھی۔ بُرے بھی ہیں اور اچھے بھی۔ ان میں جو شریر و کافر ہوتے ہیں انھیں شیطان کہا جاتا ہے۔

۶۔ قیامت برحق ہے۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ ساری کائنات، انسان، جنات، فرشتے، زمین و آسمان غرضیکہ ہر شے فنا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کے سوا کوئی بھی چیز باقی نہیں رہے گی۔ اس کو قیامت کہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ مردے قبروں سے اٹھیں گے۔ سب کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا جسے ''حشر کا میدان'' کہتے ہیں۔ پھر میزان (ترازو) قائم ہوگی اور سب کا حساب ہوگا مسلمان و کافر اور نیک و بد کے تمام اعمال تولے جائیں گے اور ان کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اچھے آدمی جنت میں داخل کیے جائیں گے اور کافر دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی علم سے لکھ دیا کہ دنیا میں کیا کچھ ہوگا، کون کیا کرے گا؟ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا وہی ہوگا اس میں بال برابر فرق نہ آئے گا اسے ''تقدیر'' کہتے ہیں۔

ہمارے دین اسلام میں چھ کلمے، ایمان مفصل و ایمان مجمل ان عقائد کے ترجمان ہیں۔ صبح شام، سوتے وقت اور بیدار ہو کر، ہر نماز کے بعد اور عبادت کے وقت ان کا ورد کرتے رہنا چاہیے۔ اس سے نور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور ان گنت فائدے نصیب ہوتے ہیں۔

اول کلمہ طیب:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰهِ (ﷺ) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

دوم کلمہ شہادت:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

سوم کلمہ تمجید:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

پاک ہے اللہ تعالیٰ اور ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور گناہ سے باز رہنے اور نیکی کی قوت اللہ تعالیٰ سے ہے جو بلند مرتبہ والا عظمت والا ہے۔

چہارم کلمہ توحید:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيْرُ ط وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے ساری خوبیاں۔ وہ زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے کبھی بھی نہیں مرے گا۔ وہ عظمت اور بزرگی والا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں خیر ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پنجم کلمہ استغفار:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْۢبٍ اَذْنَبْتُهٗ عَمَدًا اَوْ خَطَاءً سِرًّا اَوْ عَلَانِيَةً وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنَ الذَّنْۢبِ الَّذِىْ اَعْلَمُ وَ مِنَ الذَّنْۢبِ الَّذِىْ لَا اَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ وَ سَتَّارُ الْعُيُوْبِ وَ غَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں جو میرا پروردگار ہے ہر گناہ سے جو میں نے کیا خواہ جان کر یا بے جانے، چھپ کر، خواہ کھلم کھلا اور میں اس کی طرف توبہ کرتا ہوں اس گناہ سے جسے میں جانتا ہوں اور اس گناہ سے بھی جو میں نہیں جانتا، یقیناً تو ہی ہر غیب کو خوب جاننے والا ہے اور تو ہی عیبوں کو چھپانے والا اور گناہوں کو بخشنے والا ہے اور گناہ سے باز رہنے اور نیکی کی قوت اللہ تعالیٰ ہی سے ہے جو بلند مرتبہ والا عظمت والا ہے۔

ششم کلمہ ردکفر:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَآ اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَ تَبَرَّاْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْكِذْبِ وَالْغِيْبَةِ وَالْبِدْعَةِ وَالنَّمِيْمَةِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْبُهْتَانِ وَالْمَعَاصِىْ كُلِّهَا وَ اَسْلَمْتُ وَ اَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ)

اے اللہ تعالیٰ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں تیرے ساتھ کسی کو شریک کروں اور وہ میرے علم میں ہو اور میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اس گناہ سے جس کا مجھے علم نہیں۔ میں نے اس سے توبہ کی اور میں بیزار ہوا کفر سے اور شرک سے اور جھوٹ اور غیبت سے اور بدعت سے اور چغلی سے اور بے حیائی کے کاموں سے اور کسی پر بہتان باندھنے سے اور ہر قسم کی نافرمانی سے اور میں اسلام لایا اور میں کہتا ہوں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں۔ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں۔

ایمان مجمل:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَ قَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖٓ اِقْرَارٌۢ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيْقٌۢ بِالْقَلْبِ ط

میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور اپنی صفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے قبول کئے اس کے تمام احکام مجھے اس کا زبان سے اقرار ہے اور دل سے یقین۔

ایمان مفصل:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ط

میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر کہ ہر بھلائی اور برائی اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دی ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔

دین اسلام

اسلام ہمارا دین ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا واحد پسندیدہ دین ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین تو صرف اسلام ہے۔

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ o (آل عمران:۸۵)

اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین (اختیار کرنا) چاہے گا تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

مندرجہ بالا آیاتِ مقدسہ پر غور کرنے سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ ''الدین'' اور ''الاسلام'' مترادف الفاظ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ دونوں لفظوں کے شروع میں ''ال'' لگا ہوا ہے جس سے مراد ہے خاص دین صرف اسلام ہی ہے۔ عربی زبان میں ''ال'' انگریزی میں "The" کی طرح کسی اسم (نام) کی تخصیص کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اسی خاص دین (اسلام) کی تعلیم وتبلیغ کے لیے تشریف لاتے رہے۔ اس کے بنیادی عقائد (مثلاً توحید، رسالت، آخرت) اور عبادات واحکام (مثلاً نماز، روزہ زکوۃ)، معاملات اور اخلاقیات کے اصول ہمیشہ یکساں ہی رہے۔ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اور ان کے پیرو اپنے زمانے کے مسلمان تھے۔

ہمارے پیارے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی، جو سب سے آخری نبی ہیں یہی دین (اسلام) پیش کیا جو پہلے انبیاء و رسل علیہم السلام پیش کرتے رہے۔ فرق صرف دو باتوں میں ہے۔

۱۔ پہلی امتیں اپنے رسولوں کی اکثر تعلیمات صحیح شکل میں محفوظ نہ رکھ سکیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی اصل تعلیمات کی خصوصی طور پر حفاظت فرمائی ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ پہلے کبھی دین کی باتیں اتنی جامع اور مکمل بھی نہیں بتائی گئیں جتنی آنحضور ﷺ کے ذریعے بتائی گئیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا اور آپ ﷺ کی تعلیمات ہر دور کے ہر انسان کے لیے ہیں۔

دین اسلام کا لغوی واصطلاحی مفہوم

سب سے پہلے ہم پروفیسر حافظ احمد یار کے تحقیقی مقالہ ''دین اسلام'' کی روشنی میں دونوں الفاظ ''دین'' اور ''اسلام'' کے بنیادی، لفظی اور اصطلاحی معنی کا جائزہ لیتے ہیں۔

دین کے معنی:

لفظ دین عربی زبان کے جس مادہ سے نکلا ہے اس کے چار لفظی معانی ہیں:

(۱) بدلہ دینا، محاسبہ کرنا (۲) حکم چلانا، مالک اور متصرف ہونا (۳) حکم ماننا، اطاعت کرنا، اور فیصلہ قبول کرنا (۴) مذہب یا مسلک بنالینا، طریقہ اختیار کرنا، (نظری یا عملی) دستور اور ضابطہ بنالینا۔

پہلے تین معانی ایک جیسے ہیں۔ ان میں دو فریقین یا طرفین کا ذکر ہے، جن میں سے ایک دوسرے کے تابع فرمان ہوتا ہے۔ لفظ ''دین'' کا چوتھا معنی پہلے تین معانی سے مل کر یہ مفہوم دیتا ہے کہ ایسا دستور اور ضابطہ جو کہ تمام معاملات کے بارے میں حکم پر، فیصلہ کرنے اور فیصلہ ماننے کے ضابطے پر مشتمل ہو۔

دین کے ان سب معنوں میں مشترک خصوصیت ''لازمی ہونا'' ہے۔(ا) وہ جس کا حکم ماننا لازمی ہے (ب) وہ جس پر حکم ماننا لازمی ہے، (ج) وہ حکم جسے ماننا لازمی ہے۔

لفظ ''دین'' کے ان لفظی معانی کی قرآن حکیم سے بھی تائید ہوتی ہے۔

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط........(الزمر:۳)

دیکھو خالص اطاعت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

لـلّٰـہ الدین (دین صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔) کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔(ا) حکم دینے کا حق صرف اللہ کو ہے۔(۲) حکم صرف اللہ کا ماننا چاہیے۔

قرآن کریم میں لفظ دین ۹۲ جگہ آیا ہے اور زیادہ تر دستور زندگی یا ضابطہ حیات کے معنوں میں ہی آیا ہے۔

لفظ ''دین'' کے متبادل اردو میں ''مذہب'' انگریزی میں "Religion" ہندی میں ''دھرم'' یا ''مت'' کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔مگر دوسری زبانوں کے یہ تمام الفاظ مفہوم کے لحاظ سے اتنی وسعت اور جامعیت نہیں رکھتے جتنی وسعت اور جامعیت لفظ ''دین'' میں پائی جاتی ہے۔

لفظ ''مذہب'' بھی عربی لفظ ہے مگر اس کے معنیٰ صرف ''جانے کا راستہ'' ہیں۔یہ لفظ (مذہب) قرآن کریم میں کہیں استعمال نہیں ہوا ہے۔اردو میں یہ لفظ (مذہب) عرف عام میں فرقے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔مثلاً شیعہ، سنی وغیرہ۔

اسلام کے معنی:

لفظ ''اسلام'' کے عربی میں تین بنیادی لغوی معنی ہیں:

(ا) آفتوں وغیرہ سے محفوظ ہونا، سلامتی پانا۔

(۲) صلح کرنا، امن وامان پانا۔

(۳) حکم بجالانا، فرماں برداری اختیار کرنا، سر تسلیم خم کر دینا۔

لفظ اسلام کے لغوی معنوں کو ترتیب دیں تو اس کی ترتیب یوں بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے آگے اطاعت کے لیے سر جھکا دینا اور اس کا حکم بے چوں و چرا بجالانا اور امن وسلامتی پانا۔

لفظ ''اسلام'' قرآن کریم میں ۶ جگہ استعمال ہوا ہے اور اس س مشتق (نکلنے والے) اسماء اور افعال بکثرت آئے ہیں۔مثلاً لفظ مسلم کے معنی ہوں گے ''اللہ کے قانون یا حکم کی مکمل فرمانبرداری اختیار کرنے والا'' یا دین اسلام کا پیرو۔لفظ ''مسلمان'' دراصل اسی مسلم کا بگڑا ہوا تلفظ ہے۔(دین اسلام ص ۶۸)

دونوں الفاظ ''دین اسلام'' کے لفظی معنی یہ بنتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی طور پر فرماں داری اختیار کرنے کا طریقہ یا مذہب''۔

دین اسلام دنیا کا واحد دین ہے جس کا نام اس کے پیغام کی مکمل ترجمانی کرتا ہے۔جبکہ دنیا کے دیگر ادیان کے نام اپنے بانیوں کے لقب، قوم یا علاقے وغیرہ کے نام کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔

عقیدے اور ایمان کے معنی:

عقیدے کا لفظ ''عقد'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں ''مضبوط گرہ باندھا، مضبوط اور پکا کر لینا''۔عقیدہ یقین کی ایسی پختگی کا نام ہے جو آدمی کے دل و دماغ پر مسلط ہو کر اس کے تمام اعمال میں سرایت کر جائے۔

قرآن کریم میں اس کی بجائے لفظ ''ایمان'' اختیار کیا گیا ہے۔لفظ ''ایمان'' میں صدق اور یقین کا دل کی گہرائیوں تک اتر جانے کا

جو مفہوم ہے وہ لفظ ''عقیدے'' میں بھی نہیں ہے۔ایک فرق ان دونوں لفظوں میں یہ بھی ہے کہ عقیدے کا لفظ اپنے اندر ''پختگی'' کا معنی تو رکھتا ہے مگر ''درستی'' اور ''راستی'' کا اس میں پایا جانا ضروری نہیں۔''عقیدہ'' غلط یا باطل بھی ہوسکتا ہے۔مگر ایمان سے مراد صحیح عقیدہ ہے۔مثلاً آپ ''غیر اسلامی عقیدے'' کا لفظ تو استعمال کر سکتے ہیں مگر ''غیر اسلامی ایمان'' کہنا درست نہیں ہوگا۔(دین اسلام ص ۷۰)

دیندار اور بے دین سے کیا مراد ہے؟

دین کا مطلب ہے طریقۂ زندگی یا دستورِ حیات۔ہر انسان فطرتی طور پر کسی نہ کسی طریقے سے زندگی گزارتا ہے۔گویا ہر انسان کا کوئی نہ کوئی دین ہوتا ہے۔کسی کا دین اسلام ہے، کسی کا دین کفر ہے، کسی کا دین پیسہ ہے۔سچ تو یہ ہے کہ جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا کوئی دین نہیں۔اصل میں ان کا بھی زندگی گزارنے کا کوئی ڈھنگ یا طریقہ ہوتا ہے۔اسی ڈھنگ یا طریقے کو ہی تو ''دین'' کہتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ ''بے اصول'' اور ''بے دین'' ہونا بھی ایک اصول یا دین ہی تو ہوا۔فرق تو صرف غلط یا صحیح دین اور زندگی گزارنے کے اچھے یا برے طریقے میں ہے۔

ہمارے دین میں اصطلاحاً ''بے دین'' سے مراد ایسا شخص ہے جو دین اسلام کا پیرو اور پابند نہ ہو بلکہ کسی اور دین کا ماننے والا ہو۔

دیندار سے مراد ایسا شخص ہے جو کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرتا ہو۔

دین اسلام کی تعلیمات کا تاریخی پس منظر

آج سے کم وبیش چودہ سو سال پہلے عرب شریف میں اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کریم رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ظہور ہوا۔اس وقت دنیا میں ہر طرف لادینیت اور ظلم و بربریت کی حکمرانی تھی۔جب حکم ربی ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔آنحضور ﷺ نے شہر مکہ مکرمہ میں حیات اقدس کے چالیس برس اس طرح گزارے کہ سب لوگ آپ ﷺ کے اخلاق و عادات اور سیرت و کردار کے مداح تھے۔سارے شہر میں آپ ﷺ کی سچائی اور امانت کی شہرت تھی۔آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کو بت پرستی اور برے طور طریقوں سے روکا۔آپ ﷺ کو سچے دل سے ماننے والے مسلمان کہلائے اور انکار کرنے والے کافر۔آہستہ آہستہ ان دو گروہوں کا دائرہ پورے ملک عرب تک اور پھر ساری دنیا تک وسیع ہوگیا۔۲۳ برس تک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے دین اسلام کی تبلیغ کی یہاں تک کہ تمام دنیا میں دین اسلام پھیل گیا۔

ایمانیات کی اہمیت:

حضور نبی کریم ﷺ اسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں سب سے پہلے عقائد کی اصلاح یا ایمان کی دعوت دیتے تھے۔دین اسلام کے بنیادی عقائد تین ہیں انہیں ''اصول ثلاثہ'' بھی کہتے ہیں۔

(۱) توحید　(۲) رسالت　(۳) آخرت

باقی اعتقادی باتیں انہی تین عقائد کے اندر آجاتی ہیں۔

عقیدۂ توحید

لفظ''توحید'' کے لغوی معنی ہیں''ایک ماننا اور یکتا جاننا''۔قرآن حکیم میں بیان کیے گئے اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں''واحد'' اور''احد'' سے لفظ''توحید'' اخذ کیا گیا ہے۔

عربی زبان میں اس کا مترادف لفظ''وحدانیة'' ہے۔

اصطلاحی طور پر لفظ''توحید'' اب''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔یعنی:

(۱) اللہ کے سوا کسی اور کو ہرگز الٰہ نہ ماننا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اس کی ذات اور صفات میں شرک سے پاک ماننا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود تصور کرنا ذات میں شرک ہے۔علم، سمع، بصر وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔اگر ان صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائیں تو ہم مشرک ہوں گے۔

توحید باری تعالیٰ کا اسلامی مفہوم

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰهِ کلمہ توحید ہے۔

جس کا ترجمہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں یعنی کوئی حقدار عبادت نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے الٰہ ہونے کی نفی اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے الٰہ ہونے کو ثابت کرنا توحید ربانی ہے جو تمام اسلامی عقائد میں سے بنیادی حیثیت رکھنے والا عقیدہ ہے۔

اسی مضمون کو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔مثلاً

(۱) **وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُo**(سورۃ البقرہ:۱۶۳)

اور تمہارا الٰہ (اللہ تعالیٰ) صرف ایک الٰہ (اللہ تعالیٰ) ہے کوئی الٰہ نہیں مگر وہی جو رحمٰن رحیم ہے۔

(۲) نماز میں ہے۔

وَلَآ اِلٰـهَ غَيْرُكَ۔

اور تیرے سوا کوئی الٰہ (اللہ تعالیٰ) نہیں۔

مالكم من اله غيره۔

تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

الٰہ کے معنی

سب سے پہلے الٰہ کے معنی سمجھنا ضروری ہیں کیونکہ ہر قسم کے الٰہ کے انکار اور نفی کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا صحیح اقرار ممکن ہے۔

عربی زبان میں لفظ الٰہ کے لفظی معنی درج ذیل ہیں۔

(۱) جس کی عبادت (پوجا یا پرستش) کی جائے۔

(۲) جس کے بارے میں عقل حیران ہو۔

(۳) جس سے بے پناہ محبت اور عقیدت ہو۔

(۴) جو انسانی حواس سے ماورا اور پوشیدہ ہو۔(دین اسلام،ص۸۰)

دنیا کی ہر زبان میں لفظ ''الہٰ'' کے متبادل الفاظ ملتے ہیں مثلاً معبود، خدا، دیوتا یا "GOD"۔مگر لفظ ''الہٰ'' اپنے مفہوم اور معنی کے لحاظ سے سب سے زیادہ جامع اور بالکل منفرد ہے۔

لفظ ''الہٰ'' کے لفظی اور لغوی مفہوم کے پیش نظر اس کی اصطلاحی تعریف یوں کی جاسکتی ہے۔

''الہ سے مراد ایسی واحد ہستی ہے جو بے پناہ قوتوں اور طاقتوں کی مالک ہو۔ یہ ذات پاک ظاہر بھی اور باطن بھی، خالق بھی ہے اور رازق بھی، رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔ یہ وہ پاک ذات ہے جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ اور معبود ہے۔

مشرکین عرب لفظ ''الہٰ'' کی جمع ''آلھۃ'' استعمال کرتے رہے ہیں۔قرآن حکیم میں لفظ ''الھۃ'' چونتیس (۳۴) بار استعمال ہوا ہے۔

دنیا کی دوسری زبانوں میں ''الہٰ'' کے ہم معنی الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔مثلاً ہندی میں ''ایشور'' انگریزی میں (GOD)، فارسی میں ''خدا'' کا لفظ رائج ہے۔خدا فارسی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ''بڑا'' یا مالک کے ہیں۔

دنیا بھر کے مشرکین ایک سے زیادہ خداؤں کی پوجا کرتے رہے ہیں لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مشرکین اپنے ان خداؤں کو ''فائدہ پہنچانے والے'' یا ضرر سے بچانے والے سمجھ لینے کی وجہ سے مالک تو سمجھتے رہے ہیں خالق نہیں۔ جب کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو خالق ہے وہی مالک ہے۔

اللہ کا مطلب

انسان ہمیشہ اس کائنات کے ایک پیدا کرنے والے خالق اور مالک کے وجود کا اقرار کرتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ مشرکین اور کفار بھی کسی نہ کسی شکل میں ذات باری تعالیٰ کا اقرار کرتے رہے ہیں۔انبیاء کرام ہر دور میں عام الناس کو اس عقیدہ کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

قرآن کریم میں عقیدہ توحید کے بارے میں نہایت مکمل تصور پیش کیا گیا ہے۔اس میں بیان ہوا ہے کہ

(۱) ہر طرح کے نفع ونقصان کا اصل اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے

(۲) اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بنایا، روئے زمین پر زندگی کو وجود بخشا، کائناتی قوتوں (ہوا، بجلی پانی، بارش، پہاڑ، سمندر، نظام شمسی وغیرہ) کو پیدا فرمایا ہے۔

(۳) کائناتی قوتوں کو مقررہ قوانین کا پابند کرنے والا اللہ اور صرف اللہ ہے۔

سب سے برتر واحد ''الہٰ'' کا تصور یا خیال اول تو ہر انسان میں فطری طور پر پایا جاتا ہے جیسا کہ ایک حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ ہر بچہ (انسان) اپنی فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے یہ اس کے والدین ہیں جو اسے عیسائی، مجوسی یا یہودی بناتے ہیں۔

حضرت انسان نے صدیوں تک غور کیا ہے، اسے کائنات کی ہر چیز نہایت محکم اور نا قابل تغیر قوانین کی پابند نظر آئی۔ ذرے کا دل چیریں یا نظم شمسی پہ غور کریں ہر جگہ ترتیب، تناسب، سائنسی قوانین کے تحت کارفرما قوتیں ان قوانین کے مقرر کرنے والے کی نشاندہی کرتی نظر آئیں گی۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے وجود کا جنت کی طلب اور جہنم کے ڈر کے بغیر ہی نہایت عقیدت اور احترام سے اقرار کیا جائے۔

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰہِ (ﷺ)

لفظ ''اللہ'' اسم ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ باقی نام صفاتی ہیں۔لفظ ''اللہ'' اور دیگر صفاتی نام قرآن کریم میں کئی بار استعمال ہوئے ہیں۔

قارئین کرام! معارف اسم الٰہی واسم محمد ﷺ (اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کے اسم مبارک کی پہچان کے سلسلہ میں) درج ذیل ایمان افروز نکات سے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کا قرب لفظی ومعنوی ظاہر ہوتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ، انسان اور کائنات کا آپس میں گہرا تعلق ہے جو کہ ہر جگہ نظر آتا ہے۔ وجود باری تعالیٰ کا احساس ہمیں کائنات کی ہر شے، ہر زبان اور ہر علم سے بھی ہوتا ہے۔ مثلاً اردو زبان کا پہلا حرف ’’ا‘‘ ہے۔ لفظ اللہ صرف ’’ا‘‘ ہی سے شروع ہوتا ہے۔ انگریزی زبان کا پہلا حرف "A" ہے۔ "A" سے اللہ کا لفظ بنتا ہے۔ اسی طرح عربی، فارسی اور دنیا کی دیگر زبانوں پر غور کر لیں۔ ہر زبان کا پہلا حرف اس ایک ذات باری تعالیٰ کی نشاندہی کرتا ہے۔ حسابی علوم میں پہلا ہندسہ ’’ا‘‘ ایک ’’ا‘‘ (One)، واحد اور اول وغیرہ ایک ہی اللہ تعالیٰ کی نشاندہی کرتا ہے۔ حسابی علوم میں پہلا ہندسہ ’’ا‘‘ ایک ’’ا‘‘ (One)، واحد اور اول وغیرہ ایک ہی اللہ تعالیٰ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ غرضیکہ ہر علم، ہر زبان کائنات کی ہر شے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتے ہیں۔

۲۔ علم جفر میں استعمال ہونے والی ابجد کا پہلا حرف بھی ’’ا‘‘ ہے اور اس کی مقرر قیمت ایک ’’ا‘‘ ہے۔

۳۔ اسم اللہ تعالیٰ کا پہلا حرف ’’ا‘‘ ہے جس کی علم جفر میں مقررہ قیمت ’’ا‘‘ ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے حرف ’’ا‘‘ سے شروع ہونے والے دیگر صفاتی نام ’’احد، اول، آخر‘‘ ہیں جو کہ توحید باری تعالیٰ کا درس دے رہے ہیں۔

۵۔ اسم ’’اللہ جل جلالہ‘‘ اور حضور نبی کریم ﷺ کے ذاتی اسم ’’محمد ﷺ‘‘ اور اسم ’’احمد ﷺ‘‘ میں مشترک بات یہ ہے کہ اسم ’’اللہ جل جلالہ‘‘ کے چار حروف ہیں (ا ل ل ہ)، اسم ’’محمدؐ‘‘ کے چار حروف ہیں (م ح م د) اور اسم ’’احمد ﷺ‘‘ کے بھی چار حروف ہیں (ا ح م د)۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اسم ’’محمد ﷺ‘‘ قرآن حکیم میں بھی چار بار آیا ہے۔ جبکہ اسم ’’احمد ﷺ‘‘ صرف ایک بار استعمال ہوا ہے۔ (سورۃ الفتح:۲۹)، (سورۃ محمد:۲)، (سورۃ آل عمران:۱۴۴)، (سورۃ الصّف:۶)، (سورۃ الاحزاب:۴۰)

۶۔ اگر اسم ’’محمد ﷺ‘‘ اور اسم ’’احمدؐ‘‘ کے پہلے حروف ’’م‘‘ اور ’’ا‘‘ کو ہٹا لیا جائے تو لفظ ’’حمدؐ‘‘ بنتا ہے یعنی تعریف ذات باری تعالیٰ۔ اسی طرح اگر اسم ’’محمد ﷺ‘‘ کی ’’م‘‘ کو اور اسم ’’احمد ﷺ‘‘ کے ’’ا‘‘ کو آپس میں ایک دوسرے سے بدل دیں تو اسم ’’احمد ﷺ‘‘ سے اسم ’’محمد ﷺ‘‘ بن جائے گا اور اسم ’’محمد ﷺ‘‘ سے اسم اطہر ’’احمد ﷺ‘‘ بن جائے گا۔ اسم ’’احمد ﷺ‘‘ میں سے اگر حرف ’’م‘‘ ہٹا کر دیکھیں تو اسم باری تعالیٰ ’’احد جل شانہٗ‘‘ بن جاتا ہے یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر اللہ تعالیٰ کی توحید کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

۷۔ اگر اسم ’’احمد ﷺ‘‘ کے حروف (ا ح م د) کی ترتیب بدل حرف ’’ا‘‘ کو ’’ح‘‘ کے بعد لگایا جائے تو حضور نبی کریم ﷺ کا صفاتی نام ’’حامدؐ‘‘ بنتا ہے جس کا مطلب ہے ’’اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والا‘‘۔ اسی طرح لفظ ’’احمد ﷺ‘‘ کا مطلب ہے ’’اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا‘‘ جبکہ لفظ ’’محمد ﷺ‘‘ کا مطلب ہے ’’جس کی بار بار تعریف کی جائے۔‘‘

۸۔ اسم ’’احمد ﷺ‘‘ اور اسم ’’محمد ﷺ‘‘ میں صرف حرف اول کا فرق ہے۔ اسم ’’احمد ﷺ‘‘ کا پہلا حرف ’’ا‘‘ ہے جبکہ اسم ’’محمد ﷺ‘‘ کا پہلا حرف ’’م‘‘ ہے۔ تمام حروف ابجد پر غور فرمائیں تو واضح ہوتا ہے کہ بناوٹ کے لحاظ سے حرف ’’ا‘‘ کی حرف ’’م‘‘ کے ساتھ سب سے زیادہ مماثلت ہے۔ اگر حرف ’’ا‘‘ کو اوپر سے خوبصورت سا خم دیا جائے تو حرف ’’م‘‘ بنتا ہے گویا کہ حرف ’’ا‘‘ کے سر پہ تاج رکھا ہو۔ حرف میم ’’م‘‘ کتنا پیارا ہے کہ اس حرف کی ادائیگی کے وقت دونوں ہونٹ آپس میں مل جاتے ہیں جیسا کہ ایک دوسرے کو چوم رہے ہوں۔ اب اپنا منہ مشک و گلاب سے دھوئیں، اشک تر سے وضو کریں اور نہایت ادب سے حضور نبی کریم ﷺ کے صفاتی اسمائے مبارکہ ’’محمد ﷺ‘‘ اور ’’احمد ﷺ‘‘ کہہ کر دیکھیں کیسے لگتا ہے ؎

خدایا میری زباں پہ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لیے

۹۔ اسم ’’اللہ تعالیٰ‘‘ کے چار حروف ہیں (ا ل ل ہ) جبکہ اسم ’’محمد ﷺ‘‘ کے بھی چار حروف ہیں (م ح م د)۔ اسم ’’اللہ تعالیٰ‘‘ میں حرف ’’ل‘‘ کی تکرار ہے یعنی حرف ’’ل‘‘ دوبار آیا ہے۔ اسم ’’محمد ﷺ‘‘ میں حرف ’’م‘‘ کی تکرار ہے یعنی حرف ’’م‘‘ دوبار آیا ہے۔ حروف

ابجد پرغور فرمائیں۔حرف ''ل'' کے بعد حرف ''م'' آتا ہے۔اب اس حدیث پاک پرغور فرمائیں جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا ہے کہ

ان اول ما خلق اللّٰہ نور محمد ﷺ فاقبل ذلک النور یتر دد و یسجد بین یدی اللہ عزوجل ......علی الاخر (شفاء،ص۲۲۶،جواہرالبحار ج ا حصہ۲ص۲۰۵)

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے (بلاواسطہ) اپنے حبیب ﷺ کا نور پیدا فرمایا جو ذات باری تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز رہا......۔

۱۰۔ اسم ''اللہ'' کی ترکیب بے شمار اسرار ورموز پر مبنی ہے۔اسم ذات چار حروف پر مشتمل ہے (ا ل ل ہ)۔اگر اس کے دو ''ل'' میں سے ایک کو ہٹا دیا جائے تو یہ ''الہٰ'' بن جاتا ہے۔اگر پہلا ''ا'' ہٹا دیا جائے تو ''للہ'' بن جاتا ہے۔اگر شروع کے دونوں حروف ساقط کئے جائیں تو لفظ ''لہ'' بن جاتا ہے۔پہلے تینوں حروف ہٹانے سے بلحاظ تلفظ لفظ ''ہو'' رہ جاتا ہے۔اسم ''اللہ'' کے حروف سے بننے والے یہ سب الفاظ بامعنی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اطہر کی گواہی دیتے ہیں۔ایسی جامعیت کسی اور اسم میں نہیں پائی جاتی ہے۔

لفظ ''الہٰ'' اور اسم ''اللہ تعالیٰ'' کے مفہوم کے تعین کے بعد اب ضروری ہے کہ لفظ ''الوہیت'' کا مفہوم بھی سمجھ لیا جائے کیونکہ لفظ ''الوہیت'' دراصل الفاظ ''الہٰ اور اللہ'' سے ہی ماخوذ ہے اور بکثرت توحید باری تعالیٰ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

الوہیت کا مفہوم

لفظ ''الہٰ'' اللہ تعالیٰ کی صفت الوہیت کا مظہر ہے۔صفت ''الوہیت'' کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے۔

الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس و بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام.

(شرح عقائد نسفی ص۶۱)

الوہیت کا معنی واجب الوجود ہونا جیسا کہ مجوس نے کہا یا الوہیت کا معنی ہے عبادت کا حقدار ہونا جیسا کہ بت پرستوں نے کیا۔

مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ الوہیت کے دو معنی ہیں۔

(۱) واجب الوجود ہونا۔

(۲) عبادت کا حقدار ہونا۔

یعنی توحید یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو الہٰ یعنی واجب الوجود اور مستحق عبادت مانا جائے اور اس کے سوا سب سے الہٰ یعنی واجب الوجود اور عبادت کا مستحق ہونے کی نفی کی جائے۔

اسی شرح عقائد کے حاشیے میں ''الوہیت'' کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے۔

ان حقیقۃ التوحید اعتقاد عدم الشریک فی الالوھیۃ و خواصھا و اراد بالالوھیۃ و جوب الوجود. (شرح عقائد نسفی ص۲۷،التوحید ص۱۲)

توحید کی حقیقت یہ ہے کہ الوہیت اور اس کے خاصوں میں کسی چیز کے شریک نہ ہونے کا عقیدہ رکھا جائے اور الوہیت سے مراد واجب الوجود ہونا لیا ہے۔

اس عبارت سے بھی واضح ہوا کہ

الوہیت کا معنی واجب الوجود ہونا ہے اور توحید کا حقیقی معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود نہ سمجھا جائے۔

اسی حاشیہ میں ہے۔

المحدث للعالم ھو اللّٰہ بمنزلۃ ان الصانع للعالم ھو الذات الواجب الوجود فالمعنی عدم اشتراک مفھوم الواجب الوجود بین الاثنین. (شرح عقائد نسفی ص۹۷،التوحید ص۱۲)

تمام جہان کا موجود کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ کہنا اس مرتبہ میں ہے کہ یہ کہا جائے کہ تمام جہان کا بنانے والا صرف ذات واجب الوجود ہے۔توحید کا معنی یہ ہے کہ واجب الوجد کا مفہوم دو کے درمیان مشترک نہیں۔

اس عبارت سے بھی واضح ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے دوسرا کوئی واجب الوجود نہیں اور یہی توحید ہے۔

و قال بعضهم ان اصل التوحيد هو عدم الاشراک فی صفة الوجوب. اما عدم الشرک فی الصنع و استحقاق العبادة فمن لوازمه. (شرح عقائد النبر اس ص۱۵۵)

بعض علماء نے کہا ہے کہ اصل توحید یہ ہے کہ واجب الوجود ہونے کی صفت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔رہا کائنات کے بنانے اور عبادت کا حقدار ہونے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے تو یہ توحید کے لوازمات میں سے ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں اسی لیے اس کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں۔

فالتو حيد اثبات الهية المعبود و تقديسه و نفی الهية ماسواه . (الاتقان ص۱۶۰ ج۲)

پس توحید یہ ہے کہ معبود کی الوہیت اور ہر عیب سے اس کا پاک ہونا ثابت کیا جائے اور اس کے ماسوا سے الوہیت کی نفی کی جائے۔

گزشتہ تحقیق سے یہ چند باتیں ثابت ہو چکی ہیں کہ:

۱۔ الوہیت کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ماننا اور اس کے ماسوا سے الوہیت کی نفی کرنا توحید ہے۔

۲۔ الوہیت کا معنی واجب الوجود ہونا اور عبادت کا حقدار ہونا ہے۔

۳۔ واجب الوجود ہونا ''الوہیت'' کا حقیقی معنی ہے اور عبادت کا حقدار ہونا ''الوہیت'' کا التزامی معنی ہے۔

۴۔ واجب الوجود کا معنی کہ ذات اس کی خود قائم ہے۔کسی نے بنائی نہیں اور اس کی صفتیں اس کی ذات سے قائم ہیں۔کسی نے اس کو صفتیں عطا نہیں کیں اور ہر کام وہ خود اپنی طاقت وقدرت،علم وحکمت اور تصرف سے کرتا ہے۔کسی کی دی ہوئی طاقت وقدرت اور علم سے نہیں۔(التوحید ص۱۴)

قارئین کرام! آیئے اب ان امور کا قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں جائزہ لیں کہ

۱۔ وجود باری تعالیٰ سے کیا مراد ہے؟

۲۔ ذات،صفات اور صفات کے تقاضوں میں یکتائی سے کیا مراد ہے؟

۳۔ اسماء الحسنیٰ سے ذات وصفات کا علم کیسے حاصل ہوتا ہے؟

۴۔ کیا الوہیت عطائی ہو سکتی ہے؟

۵۔ باذن اللہ تعالیٰ اور من دون اللہ تعالیٰ میں کیا فرق ہے؟

۶۔ قرآن حکیم کی رو سے ذاتی اور عطائی صفات میں کیا فرق ہے؟

۷۔ شرک کیا ہے؟اس کے لفظی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

۸۔ ذات میں شرک،صفات میں شرک اور صفات کے تقاضوں میں شرک سے کیا مراد ہے؟

۹۔ شرک کی مختلف صورتیں کونسی ہیں؟

۱۰۔ انسانی زندگی اور مذاہب عالم پر عقیدہ توحید کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟

وجود باری تعالیٰ

عالم اسباب کا طے شدہ اصول ہے کہ کوئی بھی کام بغیر مسبب کے نہیں ہوتا۔ہر فعل وعمل اور واقع کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔اسی اصول پر غور کریں تو وجود باری تعالیٰ کا واضح ثبوت ملتا ہے مثلاً معمار کے بغیر مکان،گھڑی ساز کے بغیر گھڑی اور مصور کے بغیر تصویر کی تخلیق

ممکن نہیں ہے۔

اسی طرح جب کائنات پر غور کیا جائے تو ضرور اس کے بنانے والے کا خیال آئے گا کوئی بھی عقلمند اور صاحبِ علم اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اتنا بڑا منظم ومربوط جہان کسی بنانے والے کے بغیر خود بخود بن گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (سورۃ ابراہیم:۱۰)

کیا اللہ میں شبہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین۔

کائنات پر جب گہری نظر ڈالی جائے تو اس میں نظم وضبط، تناسب اور ترتیب کے اصول کارفرما نظر آئیں گے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍo ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌo (سورۃ الملک:۳ تا ۴)

وہی اللہ ہے جس نے سات آسمان تہ بہ تہ پیدا کر دیئے تو رحمٰن کی صنعت میں کوئی فتور نہ دیکھے گا۔ تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے۔ کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ۔ لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر، تھک کر۔

قارئین کرام! آج کے اس سائنسی دور میں بھی جبکہ قدرت وحکمت الٰہی سے سائنسدان چاند اور مریخ پر پہنچ چکے ہیں اور نظام شمشی سے لے کر ادنیٰ سے ادنیٰ شے کے بنیادی ذرات ایٹم، پروٹان و نیوٹران اور جاندار اشیاء کی بنیادی اکائی سیل (خلیہ) کی ساخت کا جائزہ لے چکے ہیں اور یہ بات متعدد تصانیف کی شکل میں تسلیم کر چکے ہیں کہ اس عظیم کائنات کا حقیقی خالق عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے انسان کو دعوت دے رکھی ہے کہ نظام کائنات پہ بار بار غور وفکر کریں تمہیں خالق کائنات کا ثبوت ملے گا۔

لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَھَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ ط وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَo (سورۃ یٰس:۴۰)

نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍo (سورۃ القمر:۴۹)

ہم نے ہر چیز کو (ایک خاص) اندازے سے پیدا کیا ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِo (سورۃ ال عمران:۱۹۰)

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے ادل بدل میں اہل عقل کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں۔

دن، رات، چاند، سورج اور زمین وآسمان کا نظم وضبط سب اللہ تعالیٰ کی حکمت وکاریگری کی نشانی ہے۔

صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ (سورۃ النمل:۸۸)

کاریگری اللہ ہی کی ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنا رکھا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ ھُمُ الْخٰلِقُوْنَo اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَo (سورۃ الطّور:۳۵ تا ۳۶)

کیا یہ لوگ بغیر کسی کے (پیدا کیے) پیدا ہو گئے ہیں یا وہی بنانے والے ہیں یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر لیا ہے؟ بلکہ انہیں یقین نہیں۔

جس طرح زمین وآسمان اور ساری کائنات وجود باری تعالیٰ کی گواہی دیتی ہے، اسی طرح انسان کی فطرت کی آواز بھی یہی ہے۔ انسانی تاریخ کے مطالعہ سے مہذب اور وحشی سے وحشی ہر طرح کی قوموں میں قادر مطلق کی ذات کا اعتراف ملتا ہے۔ اثار قدیمہ کی تحقیقات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے۔ کہ دنیا کے مختلف گوشوں میں بسنے والی وحشی اقوام جن کی فکری وذہنی سطح بہت پست تھی وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں اللہ کے وجود کی قائل تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان، انسان کی فطرت میں داخل ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

فِطْرَتَ اللهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ط (سورۃ الروم:۳۰)

اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے (کا اتباع کرو)۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَo وَ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَo (سورۃ الذاریت:۲۰ تا ۲۱)

اور زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے اور خود تمہاری ذات میں بھی۔ تو کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔

قارئین کرام! یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ اگر کسی شے کو دائرہ میں گھمانا ہو تو اس کسی مرکز سے قوت مہیا کی جاتی ہے مثلاً اگر کسی پتھر کو دائرے میں گھمانا ہو تو اسے رسی سے یا کسی اور شے سے منسلک کر کے گھمانا ہوگا۔ دائرہ میں گھمانے والی یہ قوت مرکز مائل قوت کہلاتی ہے۔ فرض کریں کہ رسی ٹوٹ جاتی ہے تو ایک اور قوت جسے کہ مرکز گریز قوت کہتے ہیں کی وجہ سے پتھر دائرے سے باہر جا گرے گا اور حرکت نہ کر پائے گا۔ اسی اصول کے تحت نظام شمسی پہ غور کریں۔ سورج کے گرد عطارد، زہرہ، زمین، مریخ اور دیگر سیارے گردش کر رہے ہیں اور درمیان میں کوئی رسی یا آلہ و مشین نظر نہیں آتی ہیں جو انہیں سورج کے گرد گھمار ہے ہوں۔ ذات باری تعالیٰ نے ان میں باہمی کشش پیدا کر کے انہیں قوت گردش عطا کی ہے۔ انسان اتنا عاجز ہے کہ اسے ایک چھوٹا سا مصنوعی سیارہ بھی خلا میں چھوڑنے کے لیے لاکھوں جتن کرنا پڑتے ہیں۔ اس نظام کائنات پر غور کریں کہ نظام شمسی کی مانند بے شمار سورج، چاند اور دیگر ستارے و سیارے انسان کو دعوت فکر دے رہے ہیں کہ ع

اب سوچ میرے دوست خدا ہے کہ نہیں ہے

کائنات کو بنانے والی یہ اعلیٰ و برتر ہستی صرف ایک ہی ہے کیونکہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ان کے باہمی تصادم کی وجہ سے کائنات کا یہ نظام ایک لمحہ کے لیے بھی قائم نہ رہ سکتا لیکن کائنات تو اپنی مربوط و منظم شکل میں موجود ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معبود برحق صرف ایک ہی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

لَوْ كَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج...... (سورۃ الانبیاء:۲۲)

اگر ان دونوں (یعنی زمین و آسمان) میں علاوہ اللہ کے کوئی معبود ہوتا تو ان دونوں میں فساد برپا ہو جاتا۔

ذات باری تعالیٰ کی یکتائی

عقیدہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں، صفات میں اور صفات کے تقاضوں میں یکتا تسلیم کیا جائے۔

ذات کی یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور حقیقت میں کوئی دوسرا فرد حصہ دار نہیں۔ لہٰذا اس کی کوئی بھی برابری نہیں کر سکتا ہے۔ ایک اور گروہ بھی ہے جو ذات باری تعالیٰ کا بالکل انکار کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں درج ذیل دونوں گروہوں کی نشاندہی کی گئی ہے ان کے باطل عقائد کی نفی کی گئی ہے۔ برابر ٹھہرانا کئی طرح سے ہے مثلاً

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ہم جنس ٹھہرانا:

ماں باپ اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ تو اللہ تعالیٰ کسی کا بیٹا، بیٹی ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا، بیٹی ہے۔

یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور کفار عرب ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہہ کر انہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شرک عظیم کی سختی سے تردید فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَo (سورۃ الانبیاء:۲۶)

کہا ان لوگوں (مشرکین) نے کہ اللہ تعالیٰ نے بچے اختیار فرمائے۔ پاکی ہے اس کے لئے بلکہ یہ (اللہ تعالیٰ کے) عزت والے

بندے ہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ......(سورۃ المائدۃ:۷۲)

بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم اللہ ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ...... (سورۃ المائدۃ:۷۳)

بے شک وہ لوگ (بھی) کافر ہو گئے جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں سے تیسرا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مکمل انکار:

ایسے لوگ آج بھی ہیں اور پہلے بھی تھے جن کا عقیدہ تھا کہ سب کچھ زمانہ ہی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ

(سورۃ الجاثیہ:۲۴)

وہ (دہریے) بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی، مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں۔

صفات باری تعالیٰ کی یکتائی

صفات باری تعالیٰ کی یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفات کاملہ کا مالک ہے جو کسی اور فرد میں موجود نہیں۔ وہ اپنے علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، ہر صفت میں یکتا اور بے مثل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں بہت سی صفات ہیں جن میں اہم صفتیں نو ہیں باقی صفات انہی نو صفتوں میں سے کسی نہ کسی کے تحت آ جاتی ہیں اور وہ نو صفتیں یہ ہیں۔

(۱) حیات (۲) قدرت (۳) ارادہ و مشیت (۴) علم (۵) سمع (۶) بصر (۷) کلام (۸) تکوین و تخلیق (۹) ترزیق

صفات کے تقاضوں میں یکتائی

صفات کے تقاضوں میں یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا کیا۔ وہی سب کا مالک اور رازق ہے۔ اسی کے محتاج ہیں۔ وہ سب کچھ دینے والا ہے۔ لہٰذا تمام مخلوق پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک اور قدیر و علیم پروردگار کی عبادت و بندگی بجا لائیں، کسی دوسرے کو اس میں اس کا شریک نہ بنائیں اور اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔

۱۔ صفات میں شرک کی پہلی صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ کو حقیقی خالق نہ ماننا۔ پارسی اور موجودہ بعض شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ خیر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور شر کا خالق شیطان ہے۔ پارسی نیکی کے خدا کو یزدان اور شر کے خدا کو اہرمن کہتے ہیں۔ بعض کفار عرب کہتے تھے کہ ہم اپنے برے اعمال کے خود خالق ہیں کیونکہ بری چیز کا پیدا کرنا برا ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی دوسرا خالق ہی ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ان غلط عقائد کی تردید یوں فرمائی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (سورۃ الصافات:۹۶)

اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ○ (سورۃ الزمر:۶۲)

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ......(سورۃ لقمان:۱۱)

یہ (سب) اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے پس مجھے دکھلاؤ کہ اس کے سوا کس نے تمہیں پیدا کیا۔

۲۔　صفات میں شرک کی دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کو صحیح طور پر تسلیم نہ کرنا۔
مشرکین کہا کرتے تھے کہ چھ دن اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین پیدا کرنے میں صرف کیے اور ساتویں دن آرام کرنے لگا۔ بعض کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ایک بار سب کچھ پیدا کیا اور تھک گیا اس لیے اللہ تعالیٰ اور جہان پیدا نہیں کرسکتا۔ اسی طرح بعض کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق و مالک ہے مگر وہ اتنے بڑے جہان کو اکیلا سنبھالنے پر قادر نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجبوراً اپنے مددگار مقرر کر لیے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ان منتظم بندوں کی بات مجبوراً ماننا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں شرک کی ان تمام قسموں کا رد فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ق وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍo (سورۃ ق:۳۸)
بے شک ہم نے زمین آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا مگر ہم تھکے نہیں۔
اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍo (سورۃ ق:۱۵)
تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں۔
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ط......(سورۃ الاحقاف:۳۳)
اور کیا ان لوگوں نے غور کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور پھر بھی نہ تھکا وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔
اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُo (سورۃ یٰس:۸۲)
اس کی شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ج فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَo
(سورۃ العنکبوت:۶۱)
اگر آپ ﷺ ان مشرکوں سے پوچھیں کہ کس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ تو فرمائیں (یارسول اللہ ﷺ) کیوں بھولے جاتے ہو۔

سورۃ اخلاص اور درس توحید

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْo وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo (سورۃ الاخلاص:۱تا۴)
آپ فرمایئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کے کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔
سورۃ اخلاص میں شرک کی مندرجہ بالا چار اقسام (ذات میں شرک اور صفات میں شرک) کی تردید کی گئی ہے۔
پہلی آیت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o میں ان دہریوں کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''کہہ دو اللہ ایک ہی ہے۔''
اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ o میں ان مشرکین کا رد ہے جو حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور بیٹیاں بناتے ہیں۔
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ o ''اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔'' میں ایسے مشرکین کا رد ہے جن کے نزدیک اللہ تعالیٰ کائنات بنا کر تھک گیا۔
اَللّٰهُ الصَّمَدُ o ''اللہ بے نیاز ہے۔'' کی آیت مقدسہ سے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک اور ہر شے پر قادر ہے اسے کسی مددگار و معاون کی ضرورت نہیں۔

اسماء اللہ الحسنٰی (اللہ تعالیٰ کے پیارے نام)

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنٰی سے اس کی مختلف صفات اور ان کے تقاضوں کا علم ہوتا ہے۔ان باتوں کو جاننے کا ایک آسان ،مختصر اور جامع طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنٰی (جس سے مراد ۹۹ صفاتی اسماء مبارکہ ہیں) کو مع ترجمہ یاد کرلیا جائے۔اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ عربی زبان اور قرآن وحدیث میں ۹۹ سے زیادہ ہی۔اگر دنیا بھر کی زبانون کو سامنے رکھیں تو یہ اسماء حد وشمار سے باہر ہیں۔صرف ننانوے (۹۹) اسماءِ حسنٰی پر زور اس لیے دیا گیا ہے کہ ان کے سمجھ لینے سے توحید کی حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے۔توحید کامل یہ ہے کہ ان تمام صفات میں اللہ تعالیٰ کو واحد اور احد (یکتا ولا ثانی اور لاشریک) مانا جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کو دعاؤں میں ان اسماء کے ساتھ پکارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ط (سورۃ الاعراف:۱۸۰)

اور اللہ تعالیٰ کے ہیں بہت اچھے نام،تم اسے ان ناموں سے پکارا کرو۔

ان اسماء کو سمجھ کر یاد کر لینے پر ہمارے نبی کریم ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔یہاں صرف چند (بلحاظ ربط مضمون) نہایت اہم اسماءِ حسنٰی مع ترجمہ لکھے جاتے ہیں۔

الرب، پروردگار (ہر چیز کی پرورش کرنے والا)، **اَلْـمَالِكُ يَا مَالِكُ الْمُلْكِ** ، مالک اور حکمران۔**اَلْخَالِقُ**، پیدا کرنے والا، **اَلْبَارِئُ**، عدم سے پیدا کرنے والا۔ **اَلْـمُصَوِّرُ** ،صورت دینے والا، **اَلْقَاهِرُ**،سب پر غالب۔**اَلْعَزِيْزُ**، ذرے ذرے پر متصرف، **اَلْوَهَّابُ** ،سب کو ہر چیز عطا کرنے والا۔**اَلرَّزَّاقُ**،سب کو ہر طرح کا رزق دینے والا ،**اَلْعَلِيْمُ**،سب کچھ جاننے والا۔**اَلْخَبِيْرُ**،سب اندرونی باتوں سے آگاہ ،**اَلسَّمِيْعُ**،سب کچھ سننے والا۔**اَلْبَصِيْرُ**،سب کچھ دیکھنے والا ،**اَلْـمُجِيْبُ**، دعا کو قبول کرنے والا۔**اَلْـمُحْيِىُ**، زندگی بخشنے والا ،**اَلْمُمِيْتُ**،موت دینے والا۔**اَلْقَدِيْرُ**، زبردست قدرت والا ،**اَلتَّوَّابُ**،توبہ قبول کرنے والا۔**اَلْغَافِرُ** ، **اَلْغَفَّارُ**، گناہ معاف کرنے والا۔

الوہیت عطائی نہیں ہوسکتی

مشرکین کا عقیدہ تھا کہ لات ومنات وغیرہ ایسے زاہد وعابد لوگ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی عبادت کا کمال کو پہنچ گئی تو انہیں ہر قسم کی پابندی سے آزاد کر دیا اور انہیں خود مختار خدا بنا دیا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ان (باطل) معبودوں کو الوہیت کا منصب دے دیا۔

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات مقدسہ میں ان کے اس باطل عقیدے کا رد فرمایا۔حضور نبی کریم ﷺ نے کئی احادیث مبارکہ میں اس عقیدہ کی تعلیم فرمائی جس کا مفہوم علمائے حق نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ،

''الوہیت مستقل ہے اور عطائی چیز مستقل نہیں ہوسکتی۔جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرمادیا ہے وہ مشرک اور ملحد ہے۔مشرکین اور مومنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لیے عطائے الوہیت کے قائل تھے اور مومنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتیٰ کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔(توحید اور شرک،ص ۷)

باذن اللہ اور من دون اللہ کا فرق

بِـاِذْنِ اللّٰهِ سے مراد ہے''اللہ تعالیٰ کے اذن (حکم وعطا کردہ اختیار) سے'' جبکہ **مِـنْ دُوْنِ اللّٰهِ** سے مراد ہے''اللہ تعالیٰ کے (عطا کردہ اذن واختیار کے)بغیر۔''

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ،ازلی اور ابدی ہے اسی طرح اس کی تمام صفات ،کمالات اور اختیارات غیر مخلوق ،مستقل ،ذاتی ، لامحدود،قدیم ،ازلی اور ابدی ہیں۔

ذات وصفات باری تعالیٰ کے علاوہ سب چیزیں حادث ہیں۔جو عالم میں کسی چیز کو قدیم مانے یا اس کے حادث ہونے میں شک

کرے، وہ کافر ومشرک ہے جیسے آریہ کہ وہ روح اور مادہ کو قدیم جانتے ہیں۔(منہاج العقائد ص۱۸)

اسی اصول کے پیش نظر غور فرمائیں تو یہ عقیدہ واضح ہوجاتا ہے کہ

تمام انبیاء کرام، اولیاء عظام باذن الٰہی بہت سے کمالات واختیارات کے مالک ہیں۔ ان حضرات کو یہ صفات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ انہیں یہ صفات واختیارات وکمالات باذن الٰہی حاصل ہیں۔ اس لیے ان کی صفات حادث، عطائی، محدود اور مخلوق ہیں۔

پس بغیر اذن کے شفاعت، حاجت روائی ومشکل کشائی کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس

اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط (سورۃ البقرۃ:۲۵۵)

کون ہے جو شفاعت کرے بغیر اذن خداوندی کے۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کے سامنے تعلیم رسالت پیش کی تو ان سے کہا:

وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ ج (سورۃ آل عمران:۴۹)

اور اچھا کرتا ہوں اندھے اور کوڑھی کو اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

شفا دینا اور مردے کو زندہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اس لحاظ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کاموں کا دعویٰ کیا۔ لیکن آپ نے ساتھ ہی فرمایا ''باذن اللہ'' یعنی میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہوں۔

۳۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ط (سورۃ النمل:۴۰)

اس شخص نے جس کے پاس علم تھا کہا کہ میں اس تخت بلقیس کو آپ کے پاس آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں کو ملکہ سباء بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا۔ ایک عفریت نے کہا کہ میں آپ کے کچہری برخواست کرنے سے پہلے آج ہی تخت لے آؤں گا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اس سے جلدی چاہیے تو آپ کے ایک صحابی نے جو انسان تھا یہ کہا کہ میں آپ کے پاس وہ تخت پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ جب آپ نے دیکھا تو وہ تخت آپ کے پاس حاضر پڑا تھا۔ اس کو آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمت وعنایت شمار کیا اور شکر خداوندی ادا کیا۔

ظاہر ہے کہ اتنا طویل وعریض لمبا چوڑا تخت لانے کے لیے انسانی طاقت کافی نہیں۔ بلکہ دیگر وسائل کی بھی ضرورت ہے۔ نیز ایک لحظہ کافی نہیں بلکہ اتنے دور دراز سفر کے لیے کئی دن درکار ہیں۔ یہ ظاہری اسباب ہیں۔ لیکن ان ظاہری اسباب کے بغیر آپ کے صحابی جو ولی اللہ تھے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوت سے وہ تخت لے آئے جسے ہدہد نے ''وَلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ'' کہا کہ ملکہ سباء کا تخت بہت ہی بڑا ہے۔

۴۔ اب حدیث پاک سے (بحوالہ بخاری شریف ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

میرے والد عبد اللہ فوت ہوئے تو ان پر بہت سا قرض تھا۔ میں نے رسول کریم ﷺ سے امداد طلب کی کہ قرض لینے والے قرض میں سے کچھ حصہ چھوڑ دیں۔ لیکن حق لینے والے اس پر رضامند نہ ہوئے تو آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ چھوہارے باغ سے توڑ کر علیحدہ علیحدہ کر دینا۔ پھر مجھے پیغام بھیجنا۔ پھر حسب حکم میں نے کیا۔ آپ تشریف لائے۔ پھر آپ اس کے اوپر یا درمیان میں بیٹھ گئے اور آپ نے حکم فرمایا کہ تول تول کر لوگوں کو دیے جا۔ میں نے سب کو ان کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ اور میرے چھوہارے ابھی اسی طرح پورے تھے۔ ان میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا۔(بخاری شریف ص۲۸۶ جلد اول)

اس حدیث پاک سے یہ امر واضح طور پر ثابت ہوا کہ صحابی حضرت جابرؓ نے حاجت میں رسول کریم ﷺ سے امداد طلب کی تو آپ ﷺ نے تصرف سے ان کی مشکل حل کر دی اور حاجت روائی فرما دی۔ کیونکہ حضرت جابرؓ کے باغ کا پھل قرض کی ادائیگی کا سبب تھا وہ ناکافی تھا اور آپ کی یہ مدد عطاء خداوندی سے تھی۔ جب ان کو امداد ملی تو قرض ادا ہوگیا۔ حضرت جابرؓ کے باغ کا پھل جتنا تھا اتنا ہی ابھی موجود تھا۔ یہاں ظاہری اسباب ناکافی تھے۔ آپ ﷺ کی خصوصی عنایت سے کام بنا۔ آیات قرآنی اور حدیث نبوی سے مندرجہ بالا

شہادتیں بطورِ نمونہ پیش کر دی گئی ہیں۔آیئے اب ذاتی اور عطائی صفات میں فرق کی مزید وضاحت کے لیے آیاتِ قرآنی سے رہنمائی لیتے ہیں۔

ذاتی اور عطائی صفات کا فرق

قارئین کرام! آپ کی خدمت میں چند آیاتِ قرآنی پیش کی جاتی ہیں۔جن میں غور وفکر کرنے سے ذاتی اور عطائی صفات کا فرق سامنے آجائے گا۔چنانچہ اسی ذاتی اور عطائی قدیم اور حادث، غیر مخلوق اور مخلوق، لامحدود اور محدود کے عقیدہ ونظریہ کے پیش نظر حسب ذیل آیات میں غور فرمایئے۔

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (سورۃ البقرۃ:۱۴۳)
بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا مشفق ومہربان ہے۔

۲۔ وَکَانَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَحِیۡمًا (سورۃ الاحزاب:۴۳)
اور وہ مومنوں پر بڑا مہربان ہے۔
ان دو آیتوں سے اللہ تعالیٰ کا رؤف ورحیم ہونا ثابت ہوا۔

۳۔ لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (سورۃ التوبۃ:۱۲۸)
بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول آیا جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہارا بڑا خیر خواہ مومنوں پر بڑا شفیق ورحیم ہے۔
اس تیسری آیت سے حضور ﷺ کا رؤف رحیم ہونا ثابت ہوا۔

۴۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ......(سورۃ البقرۃ:۲۵۷)
اللہ ولی ہے ایمان والوں کا۔

۵۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ......(سورۃ المائدۃ:۵۵)
تمہارا ولی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اور ایمان والے۔
ایک آیت سے اللہ تعالیٰ کا ولی ہونا اور دوسری آیت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ایمان والوں کا ولی ہونا ثابت ہوا۔

۶۔ وَاللّٰہُ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (سورۃ البقرۃ:۲۱۳)
اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

۷۔ وَاِنَّکَ لَتَہۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (سورۃ الشوریٰ:۵۲)
اور بیشک تم (اے محبوب ﷺ) ضرور سیدھی راہ دکھاتے ہو۔
ایک آیت سے اللہ تعالیٰ کا ہادی صراط مستقیم ہونا اور دوسری آیت سے حضور کا ہادی ہونا ثابت ہوا۔

۸۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ط (سورۃ البقرۃ:۲۵۷)
اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا وہ ان کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔

۹۔ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ (سورۃ ابراہیم:۱)
ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لاؤ۔
ایک آیت سے اللہ تعالیٰ کا ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لانا اور دوسری آیت سے حضور ﷺ کا ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لانا ثابت ہوا۔

۱۰۔ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا (سورۃ النساء:۱۳۹)
بیشک عزت تو سب کی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

۱۱۔ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (سورۃ المنافقون:۸)
اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔
ایک آیت سے ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہونا اور دوسری آیت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے لیے عزت کا ہونا ثابت ہوا۔

۱۲۔ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ.....(سورۃ النور:۹۸)
لیکن اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے جس کو چاہے۔

۱۳۔ وَیُزَكِّیْهِمْ (سورۃ البقرۃ:۱۲۹)(آل عمران:۱۶۴)(سورۃ الجمعۃ:۲)
اور رسول اللہ ﷺ ان کو پاک فرماتے ہیں۔
ایک آیت سے اللہ تعالیٰ کا مزکی ہونا اور دوسری آیت سے حضور ﷺ مزکی ہونا ثابت ہوا۔

۱۴۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ ......(سورۃ التوبۃ:۵۹)
اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو دیا تھا اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اب دے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول بھی۔
اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کا معطی ہونا ثابت ہوا۔ دیکھو اتے (دیا) اور یوتی (دے گا) کا فاعل اللہ تعالیٰ بھی ہے اور اس کے رسول ﷺ بھی۔

۱۵۔ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰـهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ......(سورۃ التوبۃ:۷۴)
اور نہیں برا جانا انھوں نے مگر یہ کہ غنی کر دیا ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اپنے فضل سے۔
اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی غنی کرتا ہے اور اس کے رسول ﷺ بھی۔ (اغنیٰ) کا فاعل اللہ تعالیٰ بھی ہے اور اس کے رسول ﷺ بھی۔

۱۶۔ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ ...... (سورۃ الاحزاب:۳۷)
جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور (اے محبوب ﷺ) آپ ﷺ نے انعام کیا۔
اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی انعام کرتا ہے اور حضور ﷺ بھی۔

۱۷۔ اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا...... (سورۃ الزمر:۴۲)
اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت۔

۱۸۔ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ...... (سورۃ السجدۃ:۱۱)
اے نبی ﷺ فرما دیجئے کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔
ایک آیت سے اللہ تعالیٰ کا متوفی الانفس ہونا اور دوسری سے ملک الموت کا متوفی الانفس ہونا ثابت ہوا۔

۱۹۔ وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِیْنَ ۝ۙ (سورۃ الصفت:۱۳۳تا۱۳۴)
اور بے شک لوط رسولوں میں سے ہے جس وقت ہم نے اس کو اور اس کے سب گھر والوں کو بچایا۔

۲۰۔ فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ...... (سورۃ الاعراف:۸۳)
تو ہم نے لوط اور اس کے اہل کو سوا اس کی عورت کے بچایا۔

۲۱۔ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۝
قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ۫ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ...... (سورۃ العنکبوت:۳۱تا۳۲)

اور جب کہ ہمارے فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خبر لے کر آئے بولے ہم ضرور اس شہر کے رہنے والوں کو ہلاک کریں گے کیونکہ اس شہر کے رہنے والے ظالم ہیں۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے فرمایا اس میں لوط (علیہ السلام) بھی ہیں فرشتے بولے ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے تو ہم لوط (علیہ السلام) اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی عورت کے ضرور بچائیں گے۔

پہلی دو آیتوں سے ثابت ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی عورت کے اللہ تعالیٰ نے بچایا اور تیسری آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتوں نے بچایا۔

۲۲۔ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ ...... (سورۃ النمل:۶۵)

جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا غیب نہیں جانتا۔

۲۳۔ اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (سورۃ فاطر:۳۸)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا غیب جاننے والا ہے۔

۲۴۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ...... (سورۃ السجدۃ:۶)

وہ غیب اور شہادت کو جاننے والا ہے۔

۲۵۔ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَایَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ ؕ ...... (سورۃ الانعام:۵۹)

اور اس کے پاس غیب کی چابیاں ہیں۔ کوئی اس کے سوا ان کو نہیں جانتا۔

۲۶۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ج وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ج وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَاتَکْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ o...... (سورۃ لقمان:۳۴)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ اسے جانتا ہے جو مادہ کے رحم میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نہایت جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

ان آیات میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا بیان ہے جو صرف ذاتی ہے عطائی نہیں۔

جن آیات واحادیث میں انبیاء کرام علیہ السلام یا اولیاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان اور دیگر مخلوق کے علم کا ذکر ہے ان میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم یعنی عطائی کا ذکر ہے۔ کیونکہ وہ مخلوق کی صفت خاصہ ہے۔ ایسی صفت والا خدا تعالیٰ کا شریک نہیں ہوسکتا۔ مثلاً

۲۷۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًاo اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ...... (سورۃ الجن:۲۶ تا ۲۷)

غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔

۲۸۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ...... (سورۃ آل عمران:۱۷۹)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے ہاں اللہ تعالیٰ (اس کے لیے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

۲۹۔ وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ o ...... (سورۃ التکویر:۲۴)

اور وہ رسول ﷺ غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

۳۰۔ وَ کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... (سورۃ الانعام:۷۶)

اور اسی طرح ہم نے دکھائی ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں زمیں کی بادشاہی۔

۳۱۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ...... (سورۃ البقرہ:۳۱)

اور آدم علیہ السلام کو تمام کے تمام ناموں کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔

۳۲۔ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ ؕ ...... (سورۃ آل عمران:۴۹)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) اور میں تمہیں ان چیزوں کی خبر دوں گا جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے اپنے گھروں میں ذخیرہ

کرتے ہو۔

حوالہ جات۲۲ تا۲۶ سے متعلقہ آیات مقدسہ میں علم غیب کی غیر کے لیے نفی ہے اور حوالہ جات ۲۷ تا ۳۲ میں اثبات ہے۔ تو نفی بھی حق اور اثبات بھی حق ۔نفی ہے علم غیب ذاتی کی یعنی بغیر عطائے الٰہی کوئی نہیں جانتا اور اثبات ہے علم غیب عطائی کا یعنی اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے اس کے پسندیدہ رسول جانتے ہیں۔(درس توحید ص ۵۰)

۳۳۔ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ...... (سورۃ الزمر:۴۴)

کہہ دیجئے شفاعت تو سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

۳۴۔ مَالَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ...... (سورۃ السجدۃ:۴)

اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور کوئی شفیع نہیں۔

۳۵۔ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًاo (سورۃ مریم:۸۷)

وہ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہ جس نے رحمٰن سے عہد لے لیا ہے۔

۳۶۔ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًاo (سورۃ طٰہٰ:۱۰۹)

قیامت کے دن کسی کی شفاعت نفع نہ دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا اور جس کی بات پسند فرمائی ہے۔

۳۷۔ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَo (سورۃ المدثر:۴۸)

کافروں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی۔

پہلی دو آیتوں میں شفاعت کی نفی ہے اور دوسری تین آیتوں میں اثبات ہے۔تو نفی بھی حق ہے اور اثبات بھی حق ۔نفی ہے شفاعت ذاتی کی یعنی ذاتی طور پر کوئی مالک نہیں اور اثبات ہے شفاعت عطائی کا یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی عطاء سے اس کے رسول مقبول ﷺ اور اس کے دیگر مقبول بندے شفاعت کے مالک ہیں۔(درس توحید ص ۵۱)

۳۸۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ط ...... (سورۃ الاعراف:۱۸۸)

کہہ دیجئے میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا خود مالک نہیں مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ۔

۳۹۔ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَo (سورۃ الذاریات:۵۵)

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو نفع دیتا ہے۔

۴۰۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ...... (سورۃ الحدید:۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت قوت ہے اور لوگوں کے لیے نفع ہیں۔

۴۱۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ...... (سورۃ المومنون:۲۱)

اور ان چوپایوں میں تمہارے لئے بہت سے نفع ہیں۔

۴۲۔ يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ط ...... (سورۃ المائدۃ:۱۱۹)

اس دن سچوں کو ان کا سچ نفع پہنچائے گا۔

۴۳۔ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًاo (سورۃ طٰہٰ:۱۰۹)

قیامت کے دن کسی کی شفاعت نفع نہ دے گی مگر اس کی شفاعت نفع دے گی جسے رحمٰن نے اذن دیدیا اور جس کی بات پسند فرمائی۔

۴۴۔ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَo (سورۃ المدثر:۴۸)

کافروں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی (مومنوں کو شفاعت نفع دے گی)۔

۴۵۔ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ط ...... (سورۃ البقرۃ:۱۰۲)

اور وہ (جادو) سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے گا اور نفع نہ دے گا۔

پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی اشیاء میں نفع اور نقصان پہنچانے کی قدرت و تاثیر رکھی ہے۔لہٰذا اس کے مقبول اور پاک بندوں میں بھی نفع و برکت پہنچانے اور مردود و ملعون شیطان اور اس کے چیلوں میں نقصان پہنچانے کی قدرت و تاثیر ہے۔(درس توحید ص ۵۲)

قارئین کرام! مندرجہ آیات مبارکہ سے اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جن اوصاف و کمالات اور افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوئی ہے انہیں کی نسبت حضور ﷺ کی طرف اور ملائکہ کی طرف ہوئی ہے۔واضح طور پر ثابت ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی رؤف رحیم اور حضور ﷺ بھی رؤف رحیم ۔اللہ تعالیٰ بھی مومنوں کا ولی اور حضور بھی مومنوں کے ولی۔اللہ تعالیٰ بھی ہادی اور حضور ﷺ بھی ہادی۔اللہ تعالیٰ بھی ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لانے والا اور حضور ﷺ بھی ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لانے والے۔اللہ تعالیٰ بھی عزت والا اور حضور ﷺ بھی عزت والے۔اللہ تعالیٰ بھی پاک کرنے والا اور حضور ﷺ بھی پاک کرنے والے۔اللہ تعالیٰ بھی عطاء کرنے والا اور حضور ﷺ بھی عطاء کرنے والے۔اللہ تعالیٰ بھی غنی کرنے والا اور حضور ﷺ بھی غنی کرنے والے۔اللہ تعالیٰ بھی انعام کرنے والا اور حضور ﷺ بھی انعام کرنے والے۔اللہ تعالیٰ بھی وفات دینے والا اور عزرائیل (علیہ السلام) بھی وفات دینے والے۔اللہ تعالیٰ بھی بچانے والا اور ملائکہ بھی بچانے والے۔

کیا یہ شرک ہے؟

ہرگز نہیں! کیونکہ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔اس کے تمام اوصاف و کمالات اور اختیارات ذاتی، قدیم، غیر مخلوق اور لامحدود ہیں۔اور حضور ﷺ اور ملائکہ بلکہ تمام مخلوق کے اوصاف، کمالات اور اختیارات اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے مخلوق و حادث اور محدود ہیں۔لہٰذا شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔شرک تو تب ہو جب حضور ﷺ یا ملائکہ یا کسی مخلوق کو یا ان کے کمالات وغیرہ کو غیر مخلوق، ذاتی، قدیم اور لامحدود سمجھا جائے۔

کیا قدیم اور حادث، ذاتی اور عطائی، لامحدود اور محدود، غیر مخلوق اور مخلوق برابر ہو سکتے ہیں؟ بالکل نہیں! جب برابری نہیں تو شرک بھی نہیں۔(درس توحید ص ۴۹)

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات اور بندے کی عطائی صفات میں فرق واضح کرنے کے لیے مندرجہ ذیل حدیث قدسی پر بھی غور و فکر از حد ضروری ہے۔نبی کریم ﷺ کی زبان اطہر سے فرمان باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث قدسی:

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ تعالیٰ قال من عادی لی و لیافقد اذنتہ بالحرب وماتقرب الی عبدی بشی احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبۃ فاذا احبۃ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ دیدھالتی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا و ان سالس لا عطینہ ولئن استعاذنی لا عیذنہ. (بخاری شریف جلد ۲ ص ۹۶۳ مطبوعہ مجتبائی، مشکوٰۃ شریف جلد اول کتاب الدعوات مطبوعہ مجیدی کانپور)

اللہ تعالیٰ نے (اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر) فرمایا کہ:

جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے۔یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے

وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچا تا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (پ۳)

آپ ﷺ فرمایئے (انہیں کہ) اگر تم محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ۔

حضور ﷺ کی اتباع یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری کے بغیر اس مقام محبوبیت کا حصول ناممکن ہے۔

بندہ پہلے برے کاموں کو چھوڑتا ہے ان سے توبہ کرتا ہے، فرائض ونوافل ادا کرتا ہے۔ تب وہ محبوب ہو جاتا ہے محبوب ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے یہ سب محبوب بننے کے بعد ہوتا ہے۔

قرب اللہ تعالیٰ حاصل کرنے والا ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ یعنی یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سمع سے سنتا ہے۔ اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔ نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر کمال انسانیت کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جس کا ذکر آیت کریمہ ''**وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون**'' میں ہے۔

عبادت کے معنی پامالی کے ہیں۔ عبد مقرب اپنی انانیت اور صفات بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامال یعنی ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے ان کو فنا کر دیتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں اس کی اپنی صفات عبدیت کی بجائے صفات حق متجلی ہوتی ہیں اور ان صفات کے انوار سے وہ بندہ منور ہو جاتا ہے۔ جب قرآن سے ثابت ہے۔ کہ درخت سے ''**انی انا اللّٰہ**'' کی آواز آ سکتی ہے تو عبد مقرب کے لیے یہ کیونکر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات سمع وبصر کا مظہر نہ ہو سکے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

و کذلک العبد اذا و اظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللّٰہ کنت لہ سمعاً و بصراً فاذا صار نور جلال اللّٰہ سمعاً لہ سمع القریب و البعید و اذا صار ذلک النور بصرالہ رای القریب و البعید و اذا صار ذلک النور یداً لہ قدر علی التصرف فی الصعب و السہل و البعید و القریب...... انتھیٰ۔ (تفسیر کبیر،ص۹۱،جلد۲۱)

اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعاً وبصراً فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور ونزدیک کی آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور ونزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا شرح کے پیش نظر حدیث قدسی سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ صفات عالیہ (سمع وبصر وغیرہ) کا بندہ کے لیے ماننا اس کی عبدیت اور بشریت کے منافی نہیں بلکہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے۔

۲۔ یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظل ہے، عکس ہے اور پرتو ہے۔ پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے اور پرتو والا مستقل ہوتا ہے۔

۳۔ اصل توحید یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

۴۔ قرب الٰہی سے حاصل ہونے والی یہ روحانی صفات مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہیں کیونکہ روح امر ربی ہے، بحکم الٰہی اس کی صفات

جسم سے جدائی کے بعد بھی قائم رہتی ہیں۔

۵۔ اولیاء اللہ حیات ظاہری اور بعد وفات بھی ان اعلیٰ صفات کی بدولت باذن الٰہی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

۶۔ مندرجہ بالا عقیدے کے مخالفین کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مومنین پر چسپاں کر کے عوام الناس کو اولیاء اللہ سے بدظن کرتے ہیں جو کہ نہایت غلط بات ہے۔غور فرمائیں کہ اس سلسلہ میں ایک عظیم صحابی رسول کو رائے کیا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خارجی گروہ کو ساری مخلوق سے برا جانتے تھے اور فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا طریقہ یہ بنالیا ہے کہ جو آیات کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مومنوں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔

شرک

عربی کا مشہور مقولہ ہے''**الاشیاء تعرف باضدادھا**''ہر چیز اپنی ضد کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے۔مثلاً راحت کا ادراک تکلیف کے بغیر، دن کا اندازہ رات کے بغیر، نور کا تصور ظلمت کے بغیر اور حق کی پہچان باطل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔اسی طرح جو یہ نہ سمجھے کہ شرک کسے کہتے ہیں۔وہ توحید کو نہیں جان سکتا۔جس طرح حق کی پہچان باطل کے تصور سے ہوتی ہے۔اسی طرح توحید کا صحیح ادراک بھی تب ہوگا جب ہم سمجھیں کہ شرک کسے کہتے ہیں؟

شرک کے لفظی اور اصطلاحی معنی

توحید کے مقابل اور اس کی ضد لفظ''شرک'' ہے۔توحید = شرک کا نہ ہونا اور شرک = توحید کا نہ ہونا۔شرک کے لغوی معنی ہیں ''حصہ دار بنالینا یا مان لینا اور ساتھ شامل کر لینا۔''شرک کا اصطلاحی مفہوم ہے''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو بھی حصہ دار یا الٰہ مان لینا۔''

دین کی اصطلاح میں شرک کا مفہوم یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی ذات، یا صفات، یا صفات کے تقاضوں میں کسی کو اس کا حصہ دار اور ساجھی ٹھہرانا۔

شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌo

بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج ...... (سورۃ النساء:۴۸)

اللہ تعالیٰ (یہ بات) معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔لیکن اس کے علاوہ جس کسی کو بھی چاہے گا بخش دے گا۔

شرک کی تین اقسام ہیں۔

(ا) ذات میں شرک (۲) صفات میں شرک (۳) صفات کے تقاضوں میں شرک

ذات میں شرک

ذات میں شرک سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کسی دوسرے کو حصہ دار سمجھنا۔اس کی دو صورتیں ہیں۔

ا۔ پہلی صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے میں یہی حقیقت مان کر اسے اللہ تعالیٰ کی اولاد سمجھنا یا اللہ تعالیٰ کو کسی کی اولاد سمجھنا، کیونکہ والدین اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے کو خدا ماننا مثلاً لات منات ودیگر بت وغیرہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡo وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌo (سورۃ الاخلاص:۳تا۴)

نہ اس سے کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

صفات میں شرک

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسی صفات کسی دوسرے میں ماننا اور اس جیسا علم، قدرت یا ارادہ کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا، کسی دوسرے کو ازلی وابدی سمجھنا یا کسی دوسرے کو قادر مطلق تصور کرنا، یہ سب شرک ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

......**لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ** (سورۃ الشوریٰ:۱۱)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی، قدیم، لامحدود اور غیر مخلوق ہیں کسی کی عطا کردہ نہیں۔ جبکہ مخلوق میں سے جس میں جو صفت بھی پائی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ یعنی عطائی، حادث محدود اور مخلوق ہیں۔

صفات کے تقاضوں میں شرک

اللہ تعالیٰ عظیم صفات کا مالک ہے۔ان صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ ان کا زبانی اقرار کیا جائے بلکہ عملی طور پر ان کی تصدیق کی جائے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفت الوہیت کا تقاضا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے پیشانیاں جھکائی جائیں۔اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کا تقاضا ہے کہ حقیقی کارساز اسے ہی سمجھا جائے۔اس کی صفت **مالک الملک** (مالک اور حکمران) کا تقاضا یہی ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ اقتدار اعلیٰ صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔اسی کے قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے قوانین کے مقابلے میں کسی قانون کو کوئی حیثیت نہ دی جائے۔قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

......**اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ** (سورۃ الاسراء:۲۳)

تم صرف اسی کی عبادت کیا کرو۔

وَاِلٰـھُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ......(سورۃ البقرہ:۱۶۳)

اور تمہارا معبود ایک اللہ ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَo (سورۃ المائدۃ:۴۴)

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو یہی لوگ تو کافر ہیں۔

...... **اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ** (سورۃ یوسف:۴۰)

حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ منعم حقیقی، حامی وناصر، رازق اور حاکم حقیقی ہے۔ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کو قادر مطلق اور مسبب الاسباب سمجھ کر اسی کے فیض وکرم سے اپنی مجبوریوں کا حل تلاش کرنا چاہیے۔اسباب کو خدا نہیں بنانا چاہیے۔انہیں صرف اسباب سمجھ کر ہی اختیار کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کے سچے بندوں سے ظاہری وباطنی امداد مانگنا، وسیلہ اختیار کرنا شرک نہیں ہے۔انہیں یہ اختیارات باذن الٰہی حاصل ہیں۔''**من دون اللّٰہ**'' کوئی بھی مدد نہیں کرسکتا۔کفار اور مشرکین''**من دون اللّٰہ**'' بتوں اور اپنے جھوٹے اور خیالی خداؤں سے مدد چاہتے تھے جو کہ سراسر شرک اور کفر ہے۔جس کے رد میں ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ o لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ o

(سورۃ یٰس:۷۴تا۷۵)

اور پکڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور حاکم کو شاید ان کی مدد کریں۔نہ کر سکیں گے ان کی مدد اور وہ ان کے حق میں ایک فریق ہو جائیں گے لا حاضر کیے ہوئے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ (سورۃ الملک:۲۱)

بھلا وہ کون ہے جو روزی دے تم کو اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کرے۔

شرک کی مختلف صورتیں

توحید کو مختلف انداز سے سمجھانے کے ساتھ ساتھ شرک کی مذمت، اس کی مختلف صورتوں، اس کی سزا اور برائی کا ذکر قرآن کریم میں ۱۵۰ سے زائد جگہ پر آیا ہے۔مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے لیکن ایسا نہیں مانتے تھے جیسا کہ ماننے کا حق ہے۔ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے خود ساختہ الھة (معبود) اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب کا باعث ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کے ان اعتقادات کی قرآن حکیم میں تردید فرمائی ہے۔ارشاد ربانی ہے:۔

...... وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللهِ ؕ .... (یونس:۱۸)

اور وہ کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللهِ زُلْفٰى ؕ ......(الزمر:۳)

ہم ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں ہمیں بلحاظ درجہ قریب تر کر دیتے ہیں۔

معبود حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔جھوٹے خدا اپنی حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کا حق اللہ تعالیٰ کے صرف خاص بندوں کو باذن الٰہی حاصل ہے۔ان بندگان الٰہی کے قرب سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے جیسا کہ متعدد آیات مقدسہ سے ثابت ہے۔مندرجہ بالا آیات اولیاء من دون اللہ کے بارے میں ہیں نہ کہ اولیاء اللہ کے بارے میں۔بعض نام نہاد علماء ایسی آیات مقدسہ کی غلط تاویل سے عوام الناس کو اولیاء اللہ سے بدظن کر رہے ہیں۔(معاذ اللہ)

جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے چند صفات یا کسی ایک بھی صفت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی مخلوق میں ماننا شرک ہے۔اسی طرح مخلوق کی کسی کمزوری مثلاً نیند، بھوک، تھکاوٹ یا کوئی نقص (جھوٹ، خیانت وغیرہ) اللہ تعالیٰ کی صفت تسلیم کرنا شرک اور کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً دیکھنا، سننا، جاننا، تدبیر اختیار کرنا وغیرہ کو مخلوق کی ان صفات جیسا سمجھنا بھی شرک ہی کی ایک صورت ہے جسے اصطلاح میں تشبیہ کہتے ہیں۔(پروفیسر حافظ احمد یار، دین اسلام ص ۸۵)

قرآن کریم میں شرک کی تمام صورتوں کو بیان کیا گیا ہے اور ہر ایک قسم کے شرک کو دلیل کے ساتھ غلط اور باطل ثابت کیا گیا ہے۔شرک کی ان تمام صورتوں کا ایک مختصر سا جائزہ پیش خدمت ہے۔

۱۔ فرضی و خیالی دیوی دیوتا مثلاً حسن کی دیوی، امن کا دیوتا وغیرہ۔اس قسم کے شرک کو قرآن کریم نے یہ کہہ کر باطل قرار دیا ہے کہ یہ سب کچھ صرف تخیل کی پیداوار اور چند فرضی نام ہیں۔(سورۃ یوسف:۴۰،الاعراف:۷۱،النجم:۲۳)

۲۔ بعض نفع ونقصان پہنچانے والی چیزوں کی پرستش مثلاً سورج، چاند، ہوا، آگ، بجلی وغیرہ کی پرستش۔قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔ان طاقتور چیزوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔یہ سب اشیاء ارادہ واختیار سے محروم ہیں۔مثلاً سورج کو اختیار نہیں کہ مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو یا مغرب کی بجائے مشرق سے طلوع ہو۔(سورۃ النمل:۱۷،حم السجدۃ:۳۷)

۳۔ بعض امتوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی تعظیم اور احترام میں حد سے بڑھ کر انہیں ''الٰہ'' مان لیا اور اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں کی

پرستش شروع کر دی ۔مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے کچھ نیک لوگوں (ود، سواع وغیرہ) کو ''الٰہ'' بنا کران کے بت بھی تراش لیے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں۔قرآن حکیم میں یہ بھی ذکر ہے کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے علمائے دین اور مشائخ کو اربابا من دون اللّٰہ۔یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا خدا بنا لیا تھا۔

انبیاء عظام اور اولیاء کرام ہمیشہ توحید کا درس دیتے رہے ہیں۔انہوں نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی کہ خود ان کو ہی الٰہ بنا لیا جائے۔انبیاء عظام اور اولیاء کرام آخرت میں ایسے مشرکین کے خلاف گواہی دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی تعظیم وتوقیر کرنا دین کا ایک اہم حکم ہے۔لیکن یہ تعظیم ''مشرکانہ تعظیم'' میں ہرگز تبدیل نہیں ہونی چاہیے۔

۴۔ خود الٰہ بن بیٹھنا بھی شرک کی ایک صورت ہے جیسا کہ فرعون اور نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا۔قرآن کریم میں فرعون کی جھوٹے دعویٰ کا یوں ذکر ہے۔

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔

میں ہی تمہارا اعلیٰ رب ہوں (النزعت:۲۴)

مَاعَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ۔

میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں مانتا۔(القصص:۳۸)

۵۔ بعض لوگ تو ''اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ط اس نے اپنی خواہش کو ہی اپنا خدا بنا لیا تھا۔(الفرقان:۴۳) کا نمونہ بنے ہوتے ہیں۔ایسے افراد پر صرف ''خواہشات کی حکمرانی'' ہوتی ہے۔

انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات

توحید سے انسان کے فکر وعمل اور شخصیت میں نمایاں اور انقلابی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

☆ عقیدہ توحید انسان کو عزت نفس عطا کرتا ہے۔انسان جب یہ یقین کر لیتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہی طاقت کا سرچشمہ ہے اور وہی قادر مطلق ہے تو اس عقیدہ کی روشنی میں انسان صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا ہے اور اسی سے ڈرتا ہے۔

☆ عقیدہ توحید سے تواضع وانکسار پیدا ہوتا ہے کیونکہ توحید کا پرستار جانتا ہے کہ اسے تواضع وانکسار ہی زیب دیتا ہے۔

☆ عقیدہ توحید کا قائل تنگ نظر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس رحمٰن ورحیم پر ایمان رکھتا ہے، جو کائنات کی ہر چیز کا خالق اور سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔اس کی رحمتوں سے سب فیض یاب ہوتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے استقامت اور بہادری پیدا ہوتی ہے۔مومن جانتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور محتاج ہے۔خدا تعالیٰ ہی کو سب پر قدرت حاصل ہے۔لہٰذا اسی کے سامنے جھکنا چاہیے اور اسی سے ڈرنا چاہیے۔اس عقیدے کے ذریعے مومن کے دل سے دوسروں کا خوف نکل جاتا ہے اور وہ استقامت وبہادری کی تصویر بن جاتا ہے۔

☆ عقیدہ توحید کا ماننے والا مایوس اور ناامید نہیں ہوتا۔وہ ہر وقت خدا تعالیٰ کی رحمت پر آس لگائے رکھتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔وہ بڑا رحیم وکریم ہے۔وہ تمام خزانوں کا مالک ہے اور اس کا فضل وکرم بے حد و حساب ہے۔انسان جس قدر دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے اس کے دل کو اتنا ہی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

☆ عقیدہ توحید سے انسان کے دل میں پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔کیونکہ ہر مومن کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔یہ ایمان انسان میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ خلوت وجلوت میں کہیں بھی گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور ہمیشہ نیک اعمال بجا لائے۔

توحید پر ایمان، عمل صالح کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔کیونکہ انسان کے تمام اعمال اس کے دل کے تابع ہوتے ہیں۔اگر دل میں ایمان

کی روشنی موجود ہوتو عمل صالح ہوگا۔نجات وفلاح کے لیے ایمان اور عمل صالح دونوں کا ہونا ضروری ہے۔اسی لیے قرآن مجید میں جا بجا ارشاد ہوا:

''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ''

جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے۔

جس طرح کوئی درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح ایمان کی پہچان عمل صالح سے ہوتی ہے۔اگر کوئی شخص زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے اعمال اچھے نہیں تو یہی سمجھا جائے گا کہ ایمان نے اس کے دل کی گہرائیوں میں پوری طرح جگہ نہیں پکڑی۔غرضیکہ عقیدہ توحید اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نیک اعمال بجالائے جائیں اور برے اعمال سے بچا جائے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحؒ کا فتویٰ

''حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ سے کسی نے سوال پوچھا'' ایک بت پرست بت سے حاجت مانگ رہا تھا۔ ایک عالم (مسلمان) نے منع کیا کہ شرک نہ کر۔

بت پرست نے کہا کہ اگر میں اس بت کو خدا کا شریک بنا کر پوجوں تو ضرور شرک ہے۔اگر مخلوق سمجھ کر پرستش (پوجا) کروں تو کیسے شرک ہوگا؟

عالم نے کہا،''قرآن پاک میں متواتر آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد مت مانگ۔''

بت پرست نے کہا،''انسان ایک دوسرے سے پھر کیوں سوال کرتے ہیں؟''

عالم نے کہا،''انسان زندہ ہیں اور تیرے بت مثل کنھیا، کالکا وغیرہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔''

بت پرست نے کہا،''تم قبر والوں سے مدد اور شفاعت طلب کرتے ہو۔چاہئے کہ تم پر بھی شرک عائد ہو۔غرضیکہ تمہاری مراد اہل قبور سے پوری ہوتی ہے اور ہماری حاجات اور مقصد کنھیا اور کالکا وغیرہ سے، بظاہر نہ قوت اہل قبور رکھتے ہیں اور نہ بت کہ تم کہو کہ ہم خدا کے لیے ان سے شفاعت چاہتے ہیں۔بس ہم بتوں سے استدعا رکھتے ہیں۔پس ہر طرح سے جواز امداد اہل قبور ثابت ہوا۔''

بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان ستیلا اور مسانی کی پوجا سے پھر کیسے باز رہ سکتے ہیں۔

جواب: اس سوال میں چند جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے۔اس سے خبردار رہنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سوال کا جواب اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

ا۔　مدد چاہنا اور چیز ہے۔پوجنا (عبادت کرنا) اور چیز۔عام مسلمان خلاف شرع اہل قبور سے مدد چاہتے ہیں اور پوجنا نہیں چاہتے۔ بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پوجتے بھی ہیں۔پوجنا (عبادت کرنا) سے مراد یہ ہے کہ سجدہ کیا جائے، طواف کیا جائے۔یا اس کے نام کو بطریق تقرب ورد کیا جائے یا اس کے نام پر جانور ذبح کیا جائے۔یا اپنے آپ کو ان کا پجاری بنایا جائے۔کوئی جاہل مسلمان بھی اہل قبور کے ساتھ ایسا کرے تو فوراً کافر ہو جاتا ہے۔دوسرا مدد چاہنا دو طرح پر ہوتا ہے۔ایک یہ کہ ایک مخلوق دوسری مخلوق سے مدد چاہے جیسے امراء اور فقیر بادشاہ سے چاہتے ہیں اور عوام اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چاہتے ہیں کہ جناب اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہماری حاجت عرض کریں۔

اس طرح کی مدد شرع میں زندہ اور مردہ دونوں سے جائز ہے۔دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق یہ خیال (عقیدہ) رکھے کہ یہ (بالاستقلال) ذاتی طور پر از خود (جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی خدمت مقدسہ کو اختیار کامل ہے) اولاد دیا بارش یا دفع امراض یا طول عمر یا اس کے مانند کر سکتے ہیں۔جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور سلام ہوتا ہے۔مخلوق سے کریں یہ طریقہ مطلق حرام ہے۔

اگر مسلمانوں میں سے بھی کوئی اپنے مذہب کے اولیاء سے خواہ زندہ یا مردہ ہوں، یہ اعتقاد رکھے اسلام سے خارج ہوگا۔

یہ بات جو بت پرست نے کہی کہ میں بھی اپنے بتوں سے شفاعت چاہتا ہوں۔ یہ بڑے دھوکے اور فریب کی بات ہے کہ بت پرست ہرگز شفاعت نہیں چاہتے۔ بلکہ شفاعت کے معنی تک نہیں جانتے اوران کے دلوں میں شفاعت کا تصور تک نہیں ہوتا۔(کیونکہ) شفاعت کے معنی سفارش ہیں اور سفارش یہ ہے کہ کوئی دوسرے شخص کے مطلب کو کسی اور کی خدمت میں عرض کرے اور بت پرست اپنے مطلب کی درخواست کے وقت نہ یہ سمجھتے ہیں کہ تم پروردگار کے حضور میں ہماری سفارش کرو اور ہماری مراد اس سے پوری کرا دو بلکہ خاص اپنے بتوں سے مطلب کی درخواست کرتے ہیں۔

جیسا کہ اس (بت پرست) نے کہا کہ یہی ہمارا مقصد اہل قبور سے ہے مثل کنھیا اور کالکا (بت دیوی دیوتا) وغیرہ کے، غلطی پر غلطی ہے۔ جبکہ ارواح کا تعلق اپنے بدن کے ساتھ ہوتا ہے جو قبر میں دفن ہے کیونکہ مدت دراز تک وہ اس کے ساتھ معلق رہیں۔ یہ اپنے معبودان باطلہ کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے۔ بلکہ خود اپنی طرف سے پتھروں کی صورتیں درخت دریاؤں کو خدا قرار دے لیا ہے کہ فلاں کی صورت ہے جبکہ ان چیزوں کا تعلق کبھی ان کے جسموں سے رہا ہوگا' یہ جھوٹ اور افترا ہے۔ بلکہ حال اہل قبور (اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اہل اسلام کا طریقہ کے مطابق لکھا جا چکا ہے۔ پس ہر طرح سے اہل قبور سے مدد مانگنے کا جواز ثابت ہے۔ بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان ستیلا و مسانی وغیرہ کی پوجا کر لیتے ہیں۔ پس اہل قبور سے مدد مانگنے اور ستیلا و مسانی (دیوی دیوتا) سے مدد مانگنے کا فرق ہے۔

۱۔ پہلا فرق تو یہ ہے کہ اہل قبور کا علم ہوتا ہے کہ وہ بزرگان دین اور صالح بندگان خدا تھے۔ جبکہ ستیلا و مسانی محض وہمی وجود ہیں یعنی خود ان لوگوں ہی کے تراشیدہ خیالات ہیں۔

۲۔ دوم (دوسرا فرق یہ ہے کہ) اگر ستیلا مسانی حقیقتاً وجود بھی رکھتی ہوں تو یہ ارواح خبیثہ اور شیاطین ہیں جن کا کام خلق خدا کو تکلیف دینا ہے۔ لہٰذا ان کو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے کیا نسبت ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ اہل قبور سے مدد مانگنا بطور دعا ہے کہ بارگاہ رب العزت میں ہمارا مطلب عرض کریں گے تو پورا ہوگا۔ پوجا کرنا اور ان کو حقیقی طور پر قدرت ماننا کفر ہے۔(فتاویٰ عزیزی،ص۳۴۔۳۳،شرک شریک مشرک،ص۳۱)

مذاہب عالم پر اسلام کے عقیدۂ توحید کے اثرات

دنیا کا اور کوئی بھی دین ہمارے دین اسلام کی طرح توحید کا اتنا سادہ، جامع، واضح اور مدلل تصور پیش نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کا واحد سچا دین صرف دین اسلام ہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین ہے۔

عقیدہ توحید اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔ اس کے باقی عقائد کا انحصار اور دارومدار اسی عقیدہ توحید پر ہے۔ مسلمانوں کے اس عقیدہ توحید کا تمام مذاہب عالم پر گہرا اثر پڑا ہے۔ اب سب مذاہب عقیدہ توحید کی تحقیق اور جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ بت پرست بھی اب بتوں کو صرف وسیلہ کہنے لگے ہیں اور دو اور تین خداؤں (ثنویت اور تثلیث) کے قائل ہیں۔(پروفیسر حافظ احمد یار، دین اسلام،ص،۸۸)

قارئین کرام! جتنا ممکن ہے اتنی بار اس عقیدہ پر غور کیجئے کیونکہ اس عقیدہ پر دینوی اور آخروی زندگی کی فلاح کا دارومدار ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ایک ملحد سے دلچسپ مناظرہ

مشہور اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا دربار آراستہ ہے امراء اور وزراء سب درجہ بدرجہ نشستوں پر براجمان ہیں۔ علمائے دین کی موجودگی بھی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی اسلام سے رغبت اور وابستگی کو ظاہر کرتی ہے۔ ایک رومی راہب خلیفہ ہشام کے دربار میں شرف باریابی طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے ذہن میں چند علمی سوالات ہیں جنہیں علمائے اسلام کے سامنے پیش کرکے اپنی ذہنی الجھنوں کا علاج چاہتا ہوں۔ عیسائی اور یہودی اہل کمال تو مجھے مطمئن نہ کر سکے۔ ہشام نے کسی تردد اور فکر کے بغیر رومی راہب کو اپنے دربار میں طلب کر لیا اور کہا کہ اسلام کی آغوش بہت وسیع ہے وہ بصد شوق اپنے عقلی مسائل مسلمانوں کے سامنے پیش کرے اس کو کسی بھی مرحلے پر مایوسی نہیں ہوگی۔

رومی راہب نے دربار میں داخل ہو کر صورت حال کو بالکل بدل دیا۔ مطمئن و متجسس چہروں پر نفرت و غضب کی لکیریں ابھر آئیں۔ رومی راہب نے خلیفہ ہشام کو مخاطب کر کے کہا اے مسلمانوں کے جلیل القدر خلیفہ کیا تو خدائے واحد پر مکمل یقین رکھتا ہے۔ اگر تمہارا جواب ہاں میں ہے تو میں تمہاری وساطت سے خدا کے ماننے والوں سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے سوا خدا کی ذات کو سمجھنے والا کوئی دوسرا روئے زمین پر موجود نہیں۔ ہشام راہب کے تیور دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ تو مناظرہ آراستہ کرنا چاہتا ہے۔ پھر بھی اس نے ضبط سے کام لیا اور رومی راہب کو اپنے شکوک و شبہات بیان کرنے کی اجازت دے دی۔ رومی راہب نے کہا میں تین سوال کروں گا اور ہر سوال کا جواب عقلی دلیل سے ہونا چاہیے۔

پہلا سوال: میں جاننا چاہتا ہوں کہ خدا سے پہلے کون تھا؟

دوسرا سوال: خدا کا رخ کس طرف ہے؟

تیسرا سوال: خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

تینوں سوال اپنی ظاہری صورت میں ہی مسلمانوں کے لیے چیلنج تھے۔ دربار میں موجود برگزیدہ ہستیوں نے رومی راہبت کو واضح طور پر کہہ دیا کہ ہم ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اول و آخر خدا ہے۔ ہم اس بحث میں نہیں الجھتے کہ خدا سے پہلے کون تھا اور آخر میں کون ہوگا اور یہ کہ وجود باری تعالیٰ انسانی حیثیت نہیں رکھتا کہ ہم اس کے چہرے کی سمت کا اندازہ کر سکیں۔ مزید یہ کہ خدا کو انسان اپنی ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ خدا لامحدود ہے اور انسانی آنکھ محدود للہٰذا خدا کا ہر فعل انسانی حلقہ چشم کی دسترس سے باہر ہے۔

مگر رومی راہب ان جوابات سے ہرگز مطمئن نہ ہوا اور کہنے لگا اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ تم مسلمان خدا پر اندھا یقین رکھتے ہو۔ للہٰذا تمہارا یہ دعویٰ کہ مسلمان اس زمین پر خدا کو سب سے زیادہ جاننے والی مخلوق ہے کھوکھلا اور بے دلیل ہے۔ میں تو اس خیال سے دمشق آیا تھا کہ اگر مسلمانوں نے عقل کے آئینے میں میرے سوالات کے جواب دے دیے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ میں اس قوم سے مخاطب ہوا جو خود بھی بے خبر ہے تو وہ مجھے کیا باخبر کرے گی۔

رومی راہب کی ان باتوں سے ہشام کے دربار میں سکوت چھا گیا مگر ہشام نے انتہائی تحمل اور بردباری سے راہب کو متوجہ کیا کہ اگر چہ فی الوقت مسلمان علماء ایک غیر مسلم کو مطمئن نہیں کر سکے۔ لیکن مملکت اسلامیہ صرف دمشق تک ہی محدود نہیں ہے۔ ابھی اسلامی دنیا میں بے شمار ایسے اہل علم موجود ہیں جو ان سوالات کا جواب عقلی دلائل سے دیں گے۔ للہٰذا جب تک رومی راہب کی تسکین نہ ہو وہ دمشق میں ہی قیام کرے۔ اس دوران رومی راہب تو بطور شاہی مہمان کے سرکاری عمارات میں گھوم پھر کر اپنے سوال دوہرا دوہرا کر لوگوں کے ذہنوں کو الجھتا رہا اور ہشام بن عبدالملک دوسرے علماء سے رجوع کرتا رہا۔ مگر وہی ڈھاک کے تین پات معاملہ سلجھنے میں نہ آیا۔

ہشام پر عجیب مایوس کن اور اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی۔ نہ تو وہ رومی راہب کو ہلاک کر سکتا تھا کیونکہ یہ اسلامی عدل کے منافی تھا۔ نہ ہی وہ اسے اسلامی مملکت سے باہر نکال سکتا تھا یہ مسلم علماء کی شکست تھی۔ وہ صرف اس یقین پر لمحہ بہ لمحہ گزار رہا تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی خدائی کا نظارہ تو ضرور کروائے گا۔ جب رومی راہب اپنے تمام تر فلسفے کے ساتھ زندہ درگور ہوگا۔

کسی شخص نے سر دربار اٹھ کر امیر المومنین ہشام سے گزارش کی کہ کوفہ کے ایک نوجوان تاجر کو بھی طلب کر کے دیکھیں جو اپنے علم اور عقل کی بدولت خشک اور بنجر ذہنوں کو سیراب کرتا ہے۔ ہشام کے لیے یہ مقام حیرت تھا کہ کوفہ کا نوجوان تاجر رومی راہب کو مطمئن کرے گا۔ مگر جب امام حماد بن ابی سلمانؒ کے حوالہ سے نوجوان کا تعارف بطور شاگرد کروایا گیا تو ہشام نے مطمئن لہجے میں کہا میں رومی راہب کو شکست خوردہ دیکھنے کے لیے مملکت اسلامیہ کے ایک ایک فرد کو دربار میں بلانے کو تیار ہوں۔ مگر مسلمان علماء کو عاجز نہیں دیکھ سکتا۔

ہشام نے اجازت دی کہ کوفہ کے اس نوجوان کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ دربار میں لایا جائے۔ سرکاری حکم کی دیر تھی کہ ہر کارے برق رفتاری سے کوفہ پہنچ گئے اور اس نوجوان کو اس کی والدہ اور استاد گرامی امام حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کے سائے میں بصد احترام دمشق لے آئے۔ کوفہ کا یہ نوجوان دربار میں نہایت وقار سے داخل ہوا۔ جب اس نوجوان نے خلیفہ اور دیگر حاضرین کو اسلامی انداز

میں سلام کیا تو دیکھنے والے مسحور ہو گئے۔

خلیفہ ہشام نے اس کوفی نوجوان کومخاطب کر کے کہا دمشق کے کچھ لوگ تمہاری ذہانت کے قائل ہیں۔ میں ذاتی طور پر تو تم سے واقف نہیں پھر بھی ایک مسلمان کی حیثیت سے تمہارا فرض ہے کہ تم ہمارے مہمان رومی راہب کے سوالات کے جواب عقل کی روشنی میں دے کر سابقہ تمام علمائے دین کوسرخرو کرو۔ تمام اہلِ دمشق کے دل اور دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور نظریں تمہاری جانب۔

اس وقت دربار کا یہ نقشہ تھا کہ مملکت کے سرکردہ وزیر اپنی نشستوں پر بیٹھے تھے اور خلیفہ کی نشست کے بائیں جانب رومی راہب سراپا تکبر وغرور بنا بیٹھا تھا۔ ہشام کا حکم پاتے ہی تاریخ آدم کا یہ ذہین ترین نوجوان خلیفہ کی نشست کے روبرو آ کر کھڑا ہو گیا اور رومی راہب سے یوں گویا ہوا،

محترم راہب اگر چہ ہم دونوں کی منزلیں جدا جدا ہیں مگر علم دنیا کے ہر انسان کا ورثہ ہے۔ لہٰذا علم کے حوالے سے میرے اور آپ کے درمیان ہر وقت گفتگو ہو سکتی ہے۔ میری خواہش ہے کہ خدا بزرگ و برتر مجھ کم علم کے ذریعے آپ کی مشکل کشائی کرے اور مزید یہ کہ میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ فی الوقت آپ مجھ سے کسی چیز کی طلب رکھتے ہیں اور سائل ہیں۔ طلب کرنے والے کا یہ انداز ہرگز نہیں ہوتا کہ مانگنے والا اپنی نشست پر اطمینان سے بیٹھا رہے اور دینے والا کھڑا رہے جیسے وہ خود سائل ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے مجلس علم میں اسی روایت کو زندہ و تابندہ دیکھا ہے لہٰذا آپ اپنی نشست سے اتر کر میری جگہ پر کھڑے ہو جائیں۔

رومی راہب پر تو جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ اس جرأت گفتار کی تاب نہ لا سکا اور اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے اتر آیا اور نوجوان نے باوقار انداز اور آہستگی سے چلتے ہوئے رومی راہب کی جگہ لے کر کہا، اب آپ اپنے سوالات دہرائیں۔ میں توفیق الٰہی کے ذریعے جواب دینے کی کوشش کروں گا۔

دربارِ خلافت میں ایسا سناٹا تھا کہ سانس کی آواز بھی صاف سنائی دیتی تھی۔ اسی سناٹے میں راہب کی آواز ابھری خدا سے پہلے کون تھا؟ اعداد کو شمار کرو۔ نوجوان نے ایک لمحہ سوچے بغیر جواب دیا۔

راہب کا مطمئن چہرہ جو اپنے خیالات میں کوفی تاجر کو بھی دیگر علمائے اسلام کی طرح شکست خوردہ دیکھ رہا تھا، مضطرب ہو گیا۔ راہب نے احتجاجی نظروں سے نوجوان کو دیکھا اور اعداد کو شمار کرنے لگا۔ ابھی عدد دس تک پہنچا تھا کہ نوجوان نے کہا، یہ گنتی کا عام طریقہ ہے۔ میں ایک سے پہلے کا عدد جاننا چاہتا ہوں۔

راہب نے گھبرا کر کہا، یہ دیوانگی ہے۔ کوئی انسان ایک سے پہلے کا عدد شمار نہیں کر سکتا۔ ایک سے پہلے کوئی دوسرا عدد نہیں ہے۔

نوجوان نے کہا، یقیناً موجود ہے۔

راہب نے کہا، ہرگز نہیں۔

تو دوسرا سوال کریں۔ آپ کے پہلے سوال کا جواب دے دیا گیا ہے۔ نوجوان نے نہایت بردباری سے کہا۔ رومی راہب اس صورتحال کے لیے ہرگز تیار نہ تھا۔ وہ بہت جھلایا سٹپٹایا اور بدحواسی سے بولا ابھی پہلے سوال کا جواب نہیں ہوا۔

نوجوان نے عالمانہ وقار سے کہا، جب ایک سے پہلے بھی ایک ہی ہے تو پھر خدا سے پہلے بھی خدا ہی تھا۔ رومی راہب نے اپنی شکست خوردہ آواز پر قابو پا کر کہا یہ تو معمولی سوال تھا۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں خدا کا رخ کس سمت ہے؟

نوجوان نے راہب کو ہر طرح سے مطمئن کرنا چاہا کہ خدا کی ذات اپنی قدرت میں لامحدود ہے۔ اس کا رخ کسی ایک جانب نہیں۔ خدا ہر جگہ ہر وقت موجود ہے اور اس کا نورانی رخ ہر جگہ نگران ہے۔ مگر جب راہب عملی ثبوت پر بضد ہوا تو کوفی نوجوان تاجر نے دربار ہشام میں موم شمع جلا کر ایک بلند جگہ پر رکھی اور راہب کو اس شمع کا رخ متعین کرنے کو کہا۔

راہب نے کانپتی ہوئی آواز میں کہ شمع کا کوئی رخ متعین نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی روشنی چاروں طرف ہے۔ کوئی شخص اس روشنی کو قید نہیں کر سکتا۔

جب ایک معمولی شمع کا رخ متعین کرنا ناممکن ہے تو پھراس کی ذات باری کا رخ کیسے متعین کیا جاسکتا ہے؟ وہ تو نور ہی نور ہے۔خدا کی ذات کے لیے شمع کی مثال ایک حقیر مثال ہے۔لیکن معزز مہمان ہر چیز کو عالم اسباب میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔اس لیے یہ شمع کی تشبیہ دینا پڑی۔جس طرح شمع کا چہرہ چاروں طرف ہے۔اسی طرح خداوند ذوالجلال کا رخ بھی ہر طرف موجود ہے۔اب آپ تیسرا سوال کریں۔نوجوان نے رومی راہب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

نوجوان کی عقلی دسترس نے جہاں رومی راہب کو شرمساری اور ندامت کے گہرے کنوئیں میں پھینک دیا وہاں دربار میں موجود ہر شخص کو نوجوان کی قصیدہ گوئی پر مجبور کردیا۔ہر شخص خلیفہ سمیت انتہائی پر جوش تھا۔مگر راہب نے مایوسی پر قابو پاتے ہوئے تیسرا سوال کیا،

خدا اس وقت کیا کررہا ہے؟ وضاحت کے لیے راہب نے سورۃ بقرہ کی آیت کریمہ کا حوالہ دیا۔خدا ہر وقت بیدار رہتا ہے اسے اونگھ نہیں آتی۔وہ ہر لمحہ کائنات کے کاموں میں صرف کرتا ہے۔جب خدا اتنا فعال ہے تو پھر فی الوقت اس کی کیا مصروفیت ہے؟

نوجوان نے انتہائی تحمل سے جواب دیا۔خدائے ذوالجلال کی ذات فعال ہے۔مگر خدا کے متحرک رہنے کی مثال کسی جاندار سے نہیں دی جاسکتی۔خدا کا عمل، عمل خاص ہے۔جس کو ہم رسم دنیا کے پیرائے میں بیان نہیں کرسکتے۔خدا کی برتری اپنی مخلوق پر اسی طرح ہے کہ وہ وجود ظاہری سے بے نیاز ہے اور جب خدا کا وجود مادی نہیں تو انسانی آنکھ اس خالق کائنات کا تصور نہیں کرسکتی اور جہاں تصور ہی نہ پہنچ سکے وہاں عمل کا تعین کرنا ممکن نہیں۔

رومی راہب نے ڈوبتے ہوئے تنکے کا سہارا لے کر پر جوش لہجے میں کہا، مجھے اس سے غرض نہیں کہ خدا کی تجسیم ظاہری باطنی کیا ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں خدا اس وقت کیا کررہا ہے۔

نوجوان نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بہت سکون سے جواب دیا، کچھ دیر سے میرا خدا اس کام میں مصروف تھا کہ آپ جیسے معزز و محترم شخص کو درباری نشست سے اتار کر فرش پر کھڑا کردیا تھا اور کوفہ کے ایک عام نوجوان کو خلیفہ وقت کے برابر بیٹھنے کا اعزاز بخشا تھا اور اب میرے خدا کی نئی مصروفیت یہ ہے کہ اس روم کے عظیم دانشور کو ایک معمولی علم رکھنے والے طالب علم کے سامنے عاجز کردیا ہے۔

اس نوجوان نے دربار میں موجود نہ صرف ہزاروں افراد کو مطمئن کیا بلکہ تمام ملت اسلامیہ کو کفر و شرک کے انجانے وسوسوں سے نجات دلائی اور ہشام بن عبدالملک نے برملا کہا اے ذکی و فہیم نوجوان تم نے عقل پرستوں کے خالی دامنوں کو بھردیا ہے۔دنیائے اسلام تم پر ہمیشہ فخر کرے گی۔

یہ کوفہ کا نوجوان تاجر کون تھا؟ جس کے استدلال سے ایک غیر مسلم کے ہوش و خرد کا طلسم پارہ پارہ ہوگیا۔یہ علم و عمل کے خزانے سے معمور نوجوان کوفے کا باشندہ امام حماد بن سلمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد، زوطی کے پوتے نعمان بن ثابت تھے جو تمام عالم اسلام میں امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔(اولیائے کرام نمبر جلد دوم ص ۳۸۹)

رسالت

عقیدہ رسالت یا''ایمان بالرسل''یعنی رسولوں پر ایمان لانا، دین اسلام کا دوسرا بنیادی اصول ہے۔

کلمہ توحیداور کلمہ شہادت، دونوں کلموں، میں نصف اول توحیداور نصف دوم رسالت کے مضمون پر مشتمل ہے۔ملاحظہ فرمائیں۔

کلمہ طیبہ:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰهِ

اللہ کے سواہرگز کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

کلمہ شہادت:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتاہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔

کلمہ شریف میں توحید کے بیان کے فوراً بعد رسالت کا عقیدہ بیان ہوا ہے اس لیے اسی ترتیب ربانی کے پیش نظر عقیدہ رسالت اور اس کے سلسلہ میں ضروری توضیحات پیش خدمت ہیں۔

رسالت کے لغوی اوراصطلاحی معنی

رسالۃ (رسالت) کے لفظی معنی ہیں پیغام یا(Message) پہنچانا اور رسول کے لفظی معنی ہیں پیغامبر، قاصد یا(Messenger)۔

لفظ''رسالۃ''میں پیغام بھیجنے والے(۲) پیغام (۳) پیغام لے جانے والے اور(۴) جس کی طرف پیغام ہے کا مفہوم موجود ہے۔

(دین اسلام،ص۱۹۶از پروفیسر حافظ احمد یار)

رسالت کے اصطلاحی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانوں تک پہنچانا تاکہ ان کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ ہوجائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں دنیاوی زندگی کامیابی سے بسر کرسکے اور آخرت میں بفضل تعالیٰ سرخرو ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر دور اور ہر قوم کی طرف نبی اور رسول بھیجے ہیں۔قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (سورۃ النحل:۳۶)

اور ہم نے بھیجے ہیں ہر امت میں رسول۔

نبوت ورسالت کی ضرورت

حصول علم کے کئی ذرائع ہیں۔مثلاً

۱۔ فطرتی یا جبلی علم جو کہ ہر ایک کو اس کی ضروریات اور مقصد تخلیق کے لحاظ سے عطا کیا جاتا ہے۔

۲۔ جبلی علم سے اوپر کا درجہ یعنی عقل جو کہ ترقی یافتہ صورت میں انسان کو عطا ہوئی ہے کیونکہ اس کا مقصد حیات بھی سب مخلوقات سے افضل اور کٹھن ہے ؎

ملکاں فلکاں چایا ناہیں تے لرزا پیا سی جبالاں

تے بھارا بھار عشق دا چایا انساناں ناداناں

۳۔ عقل وسمجھ کی اہمیت وافادیت اپنی جگہ پر مسلم ہے لیکن بعض جگہوں پر عقل جواب دے جاتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو

ذریعہ ہدایت وجدان (Intuition) عطا ہوتا ہے۔

وجدان عقلی استدلال کے بغیر براہ راست کسی معاملے میں حقیقت کو پا جانے (Dircect Perception) کا نام ہے۔

۴۔ بعض مقامات ایسے آتے ہیں جہاں وجدان کی رہنمائی بھی کام نہیں آتی۔ ایسے معاملات میں اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں بذریعہ نبوت و رسالت رہنمائی عطا فرمائی۔ اس رہنمائی کا ذریعہ وحی ہے جبکہ کم وبیش ایک سو چودہ بعض روایات کے مطابق ایک سو چار صحیفے اور چار آسمانی کتابیں نازل کی گئیں۔

اس ذریعہ ہدایت ورہنمائی اور اس کا بنیادی مقصد مندرجہ ذیل آیت مقدسہ میں ملاحظہ فرمائیں:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ الذِّکْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (سورۃ النحل:۴۴)

''اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتری ان کے واسطے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے خاص منتخب شدہ بندوں پر بذریعہ وحی اپنے احکامات نازل فرماتا ہے۔ وحی کے لغوی معنی دل میں چپکے سے کوئی بات ڈالنا اور اشارہ کرنے کے ہیں اور اسلامی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام ہے جو اس نے اپنے کسی رسول کی طرف فرشتے کے ذریعے نازل کیا، یا براہ راست اس کے دل میں ڈال دیا، یا کسی پردے کے پیچھے سے اسے سنوا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط (سورۃ الشوریٰ:۵۱)

اور یہ کسی بشر کا مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے۔ مگر ہاں یا تو وحی سے یا کسی پردے کے پیچھے سے یا کسی (فرشتے) قاصد کو بھیج دے سو وہ وحی پہنچا دے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔

نبی اور رسول میں فرق

وہ برگزیدہ انسان جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا تا کہ انہیں مسائل شرعیہ کی تبلیغ فرمائیں، نبی کہلاتے ہیں۔ اور ان میں سے جنہیں کتاب عطا فرمائی گئی، ان نبیوں کو رسول بھی کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ لفظ نبی عام ہے اور لفظ رسول خاص، ان میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر رسول کو نبی کہہ سکتے ہیں، مگر ہر نبی کو رسول نہیں کہہ سکتے، مگر قرآن وحدیث کی اصطلاح میں رسول کا اطلاق فرشتہ پر بھی ہوتا ہے جبکہ نبی کا اطلاق فرشتہ پر نہیں ہوتا۔ سورۃ فاطر آیت اول میں فرشتوں کو رسلاً اور سورۃ التکویر میں سیدنا جبریل علیہ السلام کو رسول کریم کہا گیا ہے کیونکہ آپ کو فرشتوں کا رسول بنایا گیا ہے۔ اس بنا پر لفظ نبی خاص ہوا اور لفظ رسول عام تو ان میں عام خاص مطلق کی بجائے ''عام خاص من وجہ'' کی نسبت ہوئی کہ بعض پیغمبروں کو نبی بھی کہہ سکتے ہیں اور رسول بھی جیسے ہمارے نبی کریم ﷺ اور بعض کو نبی کہہ سکتے ہیں مگر رسول نہیں کہہ سکتے جیسے سیدنا زکریا اور سیدنا یحییٰ (علیہما السلام) اور بعض کو رسول کہہ سکتے ہیں مگر نبی نہیں کہہ سکتے۔ جیسے سیدنا جبریل امین (علیہ السلام)۔

انبیاء ورسل کی تعداد

انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ اس ضمن میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے جسے ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے عرض کیا، ''یارسول اللہ ﷺ انبیاء کتنے ہیں؟ فرمایا ایک سو چوبیس ہزار۔'' میں نے عرض کیا، ''یارسول اللہ ﷺ! رسول کتنے ہیں؟ فرمایا تین سو تیرہ'' (مدارج النبوۃ حصہ اول ص ۱۵۶)

اسی طرح ایک اور روایت میں رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ (۳۱۵) بیان کی گئی ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

صاحب بہار شریعت کے نزدیک انبیاء کی کوئی تعداد معین کرنا جائز نہیں کہ اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں اور تعداد مقرر کرنے پر

ایمان رکھنے میں نبی کو نبوت سے خارج ماننے یا غیر نبی کو نبی جاننے کا احتمال ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ لہٰذا یہ اعتقاد چاہیے کہ اللہ کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔(بہارشریعت حصہ اول ص۱۳)

بندہ عاجز کے نزدیک اگر تمام انبیاء کرام و رسل عظام کو ماننے کے عقیدے کے ساتھ بوقت تقریر وتحریر انبیاء کی تعداد کے ذکر کے ساتھ لفظ کم وبیش کا استعمال کرلیں تو یہ احتمال نہیں رہتا مثلاً یوں کہہ لیں کہ انبیاء کرام کی تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور رسولوں کی تعداد کم وبیش تین سو پندرہ (۳۱۵) تو کوئی حرج واقع ہونے کا خدشہ نہیں رہتا۔

قرآن مجید میں نام لے کر صرف چند انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ تمام کے نام نہیں بیان کیے گئے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ مِنْھُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ ط......

(سورۃ المومن:۷۸)

اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن میں سے بعض کا حال ہم نے آپ ﷺ سے بیان کیا ہے اور ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ ﷺ سے نہیں بیان کیا۔

وہ انبیاء عظام جن کے اسمائے گرامی قرآن حکیم میں مذکور ہیں، یہ ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت داوٗد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی طرح اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت ذوالکفل علیہ السلام، حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔(مدارج النبوۃ حصہ اول ص۱۵۶، بہارشریعت حصہ اول ص۱۳)

حضرت زکریا علیہ السلام کے اسم گرامی کا مدارج النبوۃ میں ذکر ہے جب کہ بہارشریعت میں ذکر نہیں ہے۔

علم جفر کی رو سے ایک ایمان افروز نکتہ

حدیث مشکوۃ میں رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ بتائی گئی ہے (ص۵۱۱) جبکہ صرف چار بڑی کتابیں اتری تھیں اور باقی چھوٹے صحیفے۔ تفصیل یہ ہے کہ قرآن مجید حضور اقدس ﷺ پر نازل ہوا، توراۃ مقدس حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور حضرت داوٗد علیہ السلام پر اور صحیفوں میں (دس) صحیفے سیدنا آدم علیہ السلام پر، (دس) سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر، (پچاس) حضرت شیث علیہ السلام پر، (تیس) حضرت ادریس علیہ السلام پر نازل ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ توراۃ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (دس) صحیفے بھی نازل ہوئے تھے تو کل تعداد (۱۱۴) ہو جائے گی ورنہ (۱۰۴) (تفسیر عزیزی فارسی، پارہ عم ص۱۴۹)

ان میں سے بعض صحیفے کئی بار کئی پیغمبروں علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ جس طرح سورۃ فاتحہ کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ پر دوبار اتاری گئی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ رسولوں کی تعداد (۳۱۵) حضور نبی کریم کے اسم پاک ''محمد ﷺ'' کے حروف طیبہ (م، ح، م، د) سے ماخوذ ہے۔ بایں تفصیل کہ پہلے حرف ''میم'' میں تین حرف ہیں (م، ی، م) بحساب ابجد ان کے (۹۰) عدد ہوئے اور دوسرے حرف ''ح'' کو جب مد کے ساتھ پڑھا جائے ''حاء'' تو اس کے بھی تین حرف ہیں۔ (ح، ا، ء) بحساب ابجد اس کے دس (۱۰) عدد ہوئے۔ پھر تیسرا حرف بھی میم ہے اور چوتھا بھی۔ ان کے چھ حروف ہیں اور (۱۸۰) عدد۔ پھر آخری حرف دال میں بھی تین حرف ہیں (د، ا، ل) اور (۳۵) عدد۔ تمام اعداد جمع کیے جائیں تو (۳۱۵) بنتے ہیں اس میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ رسل کرام علیہم الصلوۃ

والسلام نے آج تک جو کچھ پایا اسی بارگاہ سے پایا اور آئندہ جو کچھ پائیں گے اسی آستاں برکت نشاں سے پائیں گے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا بیان کے عملی ثبوت اور آپ کے ذوق کی تسکین کے لیے ابجد تحریر کی جاتی ہے تاکہ علم دوست خواتین و حضرات اسم محمد ﷺ اور اسم اللہ تعالیٰ میں اس طرح کے علمی نکات کی جانچ پڑتال سے ''**تفقه فی الدین**'' کے حکم پر عمل پیرا ہوسکیں۔

ابجد عربی

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ
۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰
غ								
۱۰۰۰								

سلسلہ انبیاء کے آخری فرد حضرت محمد ﷺ ہیں جو خاتم النبیین ہیں اور اب قیامت تک کے انسانوں کو آپ ﷺ ہی کی پیروی کرنی ہے۔تاہم ہر مسلمان پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ تمام انبیاء کی نبوت پر ایمان لائے۔اس سلسلے میں تفریق کی اجازت نہیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (سورۃ البقرۃ:۲۸۵)

ہم اس کے رسولوں میں باہم کوئی فرق بھی نہیں کرتے۔

یہ ضروری ہے کہ سب انبیاء کو سچا اور پاکباز مانا جائے اور سب کا ادب واحترام کیا جائے۔اسلام میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ بعض رسولوں پر ایمان لایا جائے،اور بعض کا انکار کیا جائے۔ایسا کرنا کفر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً o اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ (سورۃ النساء:۱۵۰۔۱۵۱)

جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ تعالیٰ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ۔ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر۔

انسانوں کا فرشتوں پر فضیلت کا مسئلہ

فرشتوں پر انسانوں کی افضلیت کے مسئلہ پر جمہور اہل سنت و جماعت کا مسلک اس تفصیل سے مشہور ہے کہ خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ پر یعنی حضرت جبریل علیہ السلام،حضرت میکائل علیہ السلام،حضرت اسرافیل علیہ السلام،حضرت عزرائیل علیہ السلام، حاملان عرش،مقربین،کروبیاں اور روحانیین پر فضیلت رکھتے ہیں۔اسی طرح مواہب لدینہ میں تفسیر کی گئی ہے۔اور عقائد (نسفی) کی عبارت یہ ہے کہ

رسل البشر افضل من رسل الملكة

انسانوں میں سے رسول فرشتوں کے رسولوں سے افضل ہیں۔

فرشتوں کی وہ جماعت جن کا ذکر ہوا ہے ظاہر ہے کہ یہ فرشتوں کے مرسلین ہیں کیونکہ یہ مرسلین ملائکہ، فرشتوں کی جماعتوں کو تبلیغ، احکام الٰہی اور تعلیم دیتے ہیں۔اور عوام بشر سے مراد اولیاء وصلحاء واتقیاء ہیں نہ کہ فساق وفجار۔تو یہ عامہ(پرہیزگار لوگ) ان فرشتوں سے افضل ہیں جو کہ غیر مرسلین ملائکہ ہیں۔'' (مدارج النبوۃ ص ۱۵۵ حصہ اول)

انبیاء کی خصوصیات

انبیاء کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہبری کے لیے ہمیشہ کسی انسان ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔کسی جن یا فرشتے کو نہیں۔اسی اصول کے تحت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے انہیں میں سے رسول مقرر فرمائے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ ...... (سورۃ یوسف:۱۰۹)

اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے وہ سب مرد ہی تھے۔

قُلْ لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًاo

(سورۃ بنی اسرائیل:۹۵)

(اے محبوب ﷺ) آپ فرما دیجیے کہ اگر ہوتے زمین میں فرشتے پھرتے بستے تو ہم اتارتے ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام دے کر۔

۲۔ تمام انبیاء ورسولوں کو نبوت ورسالت محض عطائے الٰہی سے حاصل ہوئی۔بے شک تمام انبیاء ورسل نہایت اعلیٰ اخلاقی اقدار اور عظم و ہمت کے مالک تھے۔ارشاد ربانی ہے:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (سورۃ الجمعۃ:۴)

یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

۳۔ اول تا آخر تمام انبیاء ورسل وحی الٰہی سے لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے اور احسن طریقے سے اپنا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔اس ضمن میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰیo اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیo (سورۃ النجم:۳۔۴)

اور نہیں ارشاد فرماتے اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر معصوم، گناہوں سے پاک اور شیطان کے عمل دخل سے محفوظ ہوتے ہیں۔وہ انسان کامل اور بے حد روحانی طاقت کے مالک ہوتے ہیں۔گو تمام انبیاء ورسل بشر تھے لیکن ایسے بشر کہ ان کی تعریف اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور انہیں معزز ومحترام قرار دیا۔انہیں اس قدر اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا کہ کسی ایک بھی پیغمبر کا ظاہری وباطنی انکار کفر قرار دیا۔اللہ تعالیٰ کی پناہ جن لوگوں نے انہیں اپنے جیسا بشر سمجھا گستاخیوں پر اتر آئے اور کافر مرے۔

۵۔ تمام انبیاء ورسل کی اطاعت (پیروی) کو ان کے امتیوں کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللہِ (سورۃ النساء:۶۴)

اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اس غرض سے کہ اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جائے۔

رسالت محمدی اور اس کی خصوصیات

حضرت آدم علیہ السلام سے سلسلہ نبوت شروع ہوا اور خاتم النبین حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا۔ رسالت محمدی کی بہت سی خصوصیات ہیں جن کا مکمل احاطہ تو ممکن نہیں۔ تاہم اس کی چند ایک خصوصیات کا ذکر ضروری ہے تاکہ ہم اپنے ''بنیادی عقائد'' کے موضوع کو صحیح طور پر سمجھ سکیں۔

۱۔ حضور نبی کریم ﷺ سے قبل جتنے بھی انبیاء کرام و رسل عظام تشریف لائے ان کی نبوت و رسالت صرف اپنی قوم یا زمانے کے لیے ہی ہوتی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت ہر زمانے کے ہر جن وانس کے لیے ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورۃ الاعراف:۱۵۸)

اے محمد ﷺ فرمائیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ فرما دیا۔ آپ ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران:۸۵)

اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اسی خاص منصب کی وجہ سے آپ کو خاتم النبیین اور ختم المرسلین کہا جاتا ہے۔

۳۔ اسلام دین کامل ہے اور حضور نبی کریم ﷺ انسان کامل ہیں۔ جب دین مکمل ہو گیا تو پھر کسی اور دین کی ضرورت نہ رہی۔ اسی طرح تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کی صفات اور کمالات سے متصف انسان کامل، خیر البشر، نور مجسم، امام الانبیاء تشریف لے آئے تو کسی اور نبی و رسول کی بعثت کی ضرورت نہ رہی۔ ارشاد ربانی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدۃ:۳)

آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ پر آخری آسمانی کتاب یعنی قرآن حکیم نازل فرمایا۔ آپ ﷺ کو عطا کی گئی یہ کتاب ایک معجزہ ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی اس مقدس کتاب کی چند ایک خصوصیات ملاحظہ فرمائیں۔

☆ ہمیشہ کے لیے تبدیلی وتحریف سے محفوظ ہے۔
☆ ہر ایک شے کی جامع اور ہر موضوع پر محیط ہے۔
☆ جامعیت کے لحاظ سے یہ کتاب اپنے غیر کی محتاج نہیں۔
☆ اس میں سابقہ کتب کے مضامین کے علاوہ دیگر مضامین بھی پائے جاتے ہیں۔
☆ اسے حفظ کرنا آسان ہے۔
☆ یہ کتاب ایک دم نہیں بلکہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے نازل ہوئی تاکہ اسے سمجھنے اور احکامات پر عمل کرنے کی صلاحیت مرحلہ وار پیدا ہو جائے۔
☆ یہ آسمانی کتاب سات طریقوں سے اور سات لغات میں نازل ہوئی۔
☆ یہ ہر زبان پر مشتمل ہے۔ (جوہر البحار جلد اول حصہ دوم ص ۴۵۷)

۵۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا انتظام فرمایا اسی طرح سنت نبوی ﷺ کی حفاظت کے لیے امت محمدیہ میں جلیل القدر اولیاء عظام پیدا فرمائے جنہوں نے شبانہ روز محنت ولگن سے آپ ﷺ کی حیات اقدس کا ایک ایک لمحہ اور ہر ایک پیاری ادا صفحہ قرطاس پر محفوظ کر دی۔

۶۔ رسالت محمدی کا ایک اور نمایاں وصف یہ کہ آپ ﷺ کی رسالت ہمہ گیر ہے اور آپ ﷺ کی ذات اطہر ہر دور، ہر عمر اور ہر سماجی منصب کے مالک انسان کے لیے مکمل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کے اس امتیازی وصف کا اعلان بزبان حق سنیے۔ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب:۲۱)

تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ (کی سیرت اقدس) میں بہترین نمونہ ہے۔

ختم نبوت

ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا، اور یکے بعد دیگرے کئی انبیاء آئے، کچھ کو علیحدہ آسمانی کتابیں عطا ہوئیں اور کچھ اپنے سے پہلے انبیاء کی کتابوں اور شریعتوں پر عمل پیرا تھے۔ یہ سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر آ کر ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ پر ایک جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو ایک کامل شریعت دی گئی۔ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ پر دین کی تکمیل ہوئی اور آپ ﷺ کی شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ آپ ﷺ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔

عقیدہ ختم نبوت، قرآن، حدیث اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورۃ الاحزاب:۴۰)

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے،

۱۔ بنی اسرائیل کی رہنمائی انبیاء فرمایا کرتے تھے۔ جب ایک نبی وفات پا جاتا، تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۔ میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی۔ مگر ایک کنارے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی اور وہ اینٹ میں ہوں۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ صحابہ کرام ؓ نے ان کے خلاف جہاد کیا اور انہیں قتل کیا۔

قارئین کرام! ''ختم نبوت'' کے موضوع کا مختصر سا جائزہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اب تعظیم نبوی ﷺ کے بارے میں چند ضروری باتیں زیرِ غور لانا بہت ضروری ہے۔ ہمارے اس دور کا ایک اہم مسئلہ شان رسالت کے سلسلہ میں گستاخی اور کفر پر مبنی عقائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی خاطر ہر شے پیدا فرمائی۔ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام بھی حضور نبی کریم ﷺ کی شان بیان فرماتے رہے اور یہ تمنا کرتے رہے کہ کاش ہم محبوب خدا ﷺ کے امتی ہونے کا شرف حاصل کر پاتے۔ فرشتے آقا کریم ﷺ کی زیارت کے لیے ہر وقت بے چین رہتے ہیں اور منتظر رہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پیاروں اور ذکر نبی ﷺ کرنے والوں کی مجلس ہی نصیب ہو جائے۔ اپنے تو اپنے ہیں غیر بھی حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف میں گم نظر آتے ہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ بعض بدبختوں کی عقل پر پردہ پڑا، علم حجاب اکبر بن گیا اور عقل راہزن بن گئی۔ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلیت ظاہر کر دی کہ میرے محبوب کے امتیو! خبردار رہو یہ رہبر نہیں رہزن ہیں۔ حکمت الٰہی سے جو ان کے دلوں میں تھا زبانوں پر آ گیا۔ اہل محبت اور اہل بغض کی پرکھ ہونے لگی۔ اہل محبت نے ان کی باتیں سنیں تو کانپ اٹھے۔ برملا ان کی مخالفت کی اور اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو ان کے کفریہ اور گستاخانہ خیالات سے آگاہ کیا۔ ہر ایک ان کے خلاف مصروف جہاد ہوا۔ کوئی تحریر سے تو کوئی تقریر سے ان پر پل پڑا۔ علمائے حق نے فتویٰ دے دیا کہ،

''گستاخ رسول مرتد اور کافر ہے۔ اس کی اس جہاں میں سزا موت ہے اور اگلے جہاں میں ایسی سزا کہ اس سزا سے موت بھی پناہ مانگے۔''

ذرا تصور کریں کہ اصحاب کہف جو اولیاء اللہ تھے ان سے انس ومحبت اور ان کے قدموں کی پیروی کی وجہ سے ان کا کتا (قطمیر) جنت

میں بشکل بشر جائے گا۔اولیاءعظام سے بلند مقام انبیاء کرام کا ہے اور تمام انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام سے بلند مقام میرے آقا کریم ﷺ کا ہے۔ان کی شان میں گستاخی کرنے والے بھلا کون کون سی سزانہیں پائیں گے۔

بھائیو اور بہنو! فرقہ بندی کی بات نہیں ہے۔راستہ وہی اچھا ہے جس پر چلنے سے عقائد درست رہیں۔عقائد درست ہونے سے اعمال خود بخود درست ہوجاتے ہیں۔توحید، رسالت، آخرت و دیگر تمام عقائد درست ہونے چاہئیں۔

معزز قارئین! نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے ضمن میں مختصر سی تمہید کے بعد اس موضوع پر محبان رسول کریم ﷺ کا طرز فکر بیان کیا جاتا ہے تاکہ حضور نبی کریم ﷺ کے غلاموں کے ذکر خیر سے ہم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے فیضیاب ہوسکیں۔

تعظیم نبی ﷺ کے لیے درس قرآن

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّـآ اَرۡسَـلۡنٰـکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا o لِّتُـؤۡمِـنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُکۡرَةً وَّاَصِیۡلًاo (سورۃ الفتح:۸تا۹)

(اے نبی ﷺ بیشک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔اور رسول کی تعظیم وتکریم کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرو۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

خداوند قدوس نے حضور ﷺ کی حرمت وتوقیر کو واجب قرار دیا اور ان کی تکریم و تعظیم کو لازم فرمایا۔(شفا شریف ص۲۸ ج۲)

۲۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنۡ یُّـعَـظِّـمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِo(سورۃ الحج:۳۲)

اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

اس آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ اور پرہیز گاری ہوگی وہ شعائر اللہ کی تعظیم کرے گا اور شعائر اللہ کے معنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیاں۔(تفسیر جلالین ص۲۳)

اور سرکار اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں میں سے عظیم ترین نشانی ہیں تو وہ ساری نشانیوں میں سب سے زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں۔(تعظیم نبی ﷺ ص۱۸)

۳۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ (سورۃ الحج:۳۰)

اور جو اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب تعالیٰ کے یہاں بہتر ہے۔

حرمت اللہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محترم ہیں لہٰذا جو مسلمان نبی ﷺ کی تعظیم کرے گا اور ان کا ادب بجالائے گا تو وہ کافر مشرک نہیں ہوجائے گا بلکہ وہ اس کے لیے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔
(تعظیم نبی ﷺ ص۱۸)

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ o یٰۤـاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡـوَاتَـکُـمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَهۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَo (سورۃ الحجرات:۱تا۲)

اے ایمان والو! اللہ و رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور چلا کر بات نہ کرو جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا...... (سورۃ النور:۶۳)

رسول ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں بھی سرور کائنات ﷺ کی تعظیم کا طریقہ سکھایا گیا ہے کہ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو رسول ﷺ

لاتنادوه باسمه نداء بعضكم بعضا و لكن عظموه و وقروه و نادوه باشرف ما يحب ينادى به نبى الله يارسول الله!

رسول اللہ ﷺ کو ان کے نام کے ساتھ نہ پکارو جیسے کہ تمہارا بعض بعض کو پکارتا ہے بلکہ ان کی تعظیم وتوقیر کرو اور ان کو یا نبی اللہ ﷺ یارسول اللہ ﷺ جیسے مہذب الفاظ کے ساتھ پکارو جسے وہ پسند فرمائیں۔ (شفا شریف ص ۲۸، ج ۲)

امام جلیل حضرت احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قد نهى الله تعالىٰ عن الامور التى تقتضى اهانته فكانه امر بتعظيمه و توقيره۔

جن باتوں سے حضور ﷺ کی توہین پیدا ہوتی ہے ان سے خداوند قدوس نے منع فرمایا گویا اس نے حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا حکم فرمایا۔ (نسیم الریاض جلد سوم ص ۲۸۶)

۶۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ...... (سورۃ البقرۃ:۱۰۴)

اے ایمان والوں راعنا مت کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ﷺ ہم پر نظر فرمائیں۔

حضور آقائے دو عالم ﷺ جب کچھ کلام فرماتے اور صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کوئی بات نہ سمجھ پاتے تو عرض کرتے **راعنا یارسول اللّٰہ** یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے رعایت فرمایئے اور اس بات کو دوبارہ فرما دیجیے اور یہودیوں کی زبان میں لفظ راعنا اچھے معنی میں استعمال نہیں ہوتا تھا۔ وہ لوگ یہ کلمہ حضور ﷺ سے غلط معنیٰ میں کہنے لگے تو خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو **راعنا** کہنے سے روک دیا اور اس کی جگہ **انظرنا** کہنے کا حکم فرمایا کہ اگرچہ لفظ **راعنا** بولنے میں تم لوگوں کی نیت صحیح ہے لیکن یہودیوں کو گستاخی کا موقع ملتا ہے اس لیے یہ لفظ تم لوگ مت بولو۔ (تعظیم نبی ﷺ ص ۲۱)

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم کے لیے لفظ **راعنا** کہنے سے روکے گئے۔ (شفا شریف ج ۲، ص ۲۹)

صحابہ اور تعظیم نبی ﷺ

۱۔ حدیث شریف میں ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ سے صلح کی گفتگو کرنے کے لیے آئے۔ اس موقع پر انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور ﷺ کی بے حد تعظیم کرتے ہوئے دیکھا تو بہت متاثر ہوئے۔ واپسی کے بعد مکہ شریف کے کافروں سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے ان لفظوں میں اس منظر کو بیان کیا:

''قسم خدا کی میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں۔

لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (ﷺ) کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں ان کا تھوک کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔اور جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور جب ان کی بارگاہ میں بات کرتے ہیں تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیماً ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔(بخاری شریف جلد اول ص ۳۷۹)

آج کل کے ان نام نہاد مسلمانوں پر افسوس ہے جو حضور ﷺ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانے کو بھی تیار نہیں اور پھر اس پر دعویٰ یہ کہ ہم صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہی کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں اور ہم سچے پکے مسلمان ہیں۔خدا تعالیٰ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔آمین

۲۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ شریف کے ابطح مقام میں دیکھا جبکہ وہ چمڑے کے سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے اور میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کے وضو کا مستعمل پانی ایک (برتن میں) لیا اور لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں تو جس کو اس میں سے کچھ حاصل ہو گیا اس نے (اپنے چہرہ وغیرہ پر) اس کو مل لیا اور جس نے نہیں پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔(بخاری،مسلم،مشکوۃ ص ۴۷)

۳۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک قریشی غلام نے پچھنا لگانے کے بعد حضور ﷺ کا نکلا ہوا مبارک خون پی لیا۔حضور ﷺ نے فرمایا:

اذهب فقد احررت نفسک من النار۔

جا تم نے اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کر لیا۔(خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۲۵۲)

۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔اس حال میں آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی گود میں تھا۔حضرت علیؓ عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا ''اے علیؓ کیا آپ نے نماز نہیں پڑھی؟'' انہوں نے عرض کیا، ''نہیں''، تو حضور ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی ''یا الٰہ العالمین! علی تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری میں تھے (اس لیے ان کی نماز عصر قضا ہوئی) لہٰذا تو ان کے لیے سورج کو لوٹا دے۔'' حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ سورج ڈوب گیا تھا۔پھر (دعائے نبوی کے بعد) میں نے دیکھا کہ وہ نکل آیا اور اس کی کرنیں پہاڑوں اور زمینوں پر پھیل گئیں۔یہ واقعہ مقام صہبا میں پیش آیا جو خیبر سے قریب ہے۔(شفا شریف جلد اول ص ۱۸۵)

۵۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی رات غار ثور پر پہنچے تو حضور ﷺ سے عرض کیا کہ خدا کی قسم آپ غار کے اندر نہیں داخل ہونگے جب تک آپ کے پہلے میں نہ داخل ہو جاؤں۔تاکہ اگر کوئی موذی چیز سانپ وغیرہ ہو تو اس سے مجھی کو تکلیف پہنچے اور آپ محفوظ رہیں۔پھر آپ غار کے اندر داخل ہوئے اور اسے خوب صاف کیا اور جب غار کے اندر ان کو کچھ سوراخ نظر آئے تو ان کو انہوں نے اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ کر بھر دیا اور دو سوراخوں پر انہوں نے اپنی ایڑیاں لگا دیں۔اس کے بعد حضور ﷺ سے عرض کیا اب آپ ﷺ اندر تشریف لایئے۔حضور ﷺ غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔

ابھی حضور ﷺ آرام ہی فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں پر سوراخ کے اندر سے سانپ نے کاٹ لیا مگر آپؓ نے حرکت نہ کی اور اسی طرح بیٹھے رہے کہ کہیں حضور ﷺ کی نیند میں خلل نہ آ جائے لیکن سانپ کے زہر کی انتہائی تکلیف کے سبب آپؓ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر گرے۔حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور آپؓ

سے دریافت فرمایا کیا ہوا۔عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں مجھ کو سانپ نے کاٹ لیا۔حضور رحمت عالم ﷺ نے آپؓ کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو فوراً آپؓ کی تکلیف جاتی رہی مگر عرصہ دراز کے بعد سانپ کا وہی زہر لوٹ آیا جو آپؓ کے وصال کا سبب بنا یعنی اس زہر کی وجہ سے آپؓ کی وفات ہوئی۔(مشکوۃ شریف ص ۵۵۶)

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر کر کے شام کی طرف روانہ فرمایا تھا اور ابھی وہ ذی خشب مقام پر تھے کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا۔اس خبر کو سن کر اطراف مدینہ کے عرب مرتد ہو گئے ۔صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور اس بات پر زور دیا کہ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو واپس بلالیں۔آپؓ نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں......میں اس لشکر کو واپس نہیں بلا سکتا جس کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے روانہ فرمایا تھا۔(تاریخ الخلفاء ص ۵۱)

۷۔ صحابی رسول حضرت اسمہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ

میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال یہ تھا کہ وہ گھیرا ڈالے ہوئے حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں اس طرح ادب سے بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔(شفا شریف ج ۲،ص ۳۱)

۸۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک شخص ان کا سر مبارک مونڈ رہا ہے اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ان کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حضور ﷺ کا ایک بال مبارک بھی کسی کے ہاتھ میں آنے کی بجائے زمین پر گرے۔

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۵۶)

۹۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ

کان اصحاب رسول اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرعون بابہ بالا ظافر۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ان کے دروازہ مبارک پر ناخن سے دستک دیتے۔(شفا شریف ج ۲،ص ۳۲)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ای ضربا خفیفا و دقا لطیفا تعظیما و تکریما و تشریفا۔(شرح الشفا مع نسیم الریاض جلد سوم ص ۳۹۵)

حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ان کی توقیر کے لیے صرف خفیف سے بہت ہلکی دستک دیتے تھے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا مثالیں تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم مقام نبی کریم ﷺ سے بہتر طور پر آگاہ ہو سکیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قول و فعل سے حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر کی صحیح روح سے واقف ہو سکیں۔تعظیم و تکریم نبی کریم ﷺ آج بھی اسی طرح ہم سب پر واجب ہے جس طرح کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر واجب تھی۔نہ صرف یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ بلکہ آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والے اہل بیت،صحابہ کرام رضوان، آپ ﷺ کے تبرکات، آپ ﷺ کے روضہ اطہر،غرضیکہ آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر شے کا دل و جان سے احترام کرنا ضروری ہے۔اس ضمن میں اسلاف کی روایات اور اقوال پیش خدمت ہیں۔

نسبتِ رسول ﷺ کی تعظیم

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمام چیزیں جو حضور ﷺ سے نسبت رکھتی ہیں ان کی تعظیم کی جائے اور مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے جن مقامات کو آپ نے مشرف فرمایا ان کا بھی ادب و احترام کیا جائے اور جن جگہوں میں آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور وہ ساری چیزیں کہ جن کو آپ کے دست مبارک نے چھوا یا وہ آپ ﷺ کے کسی عضو سے مس ہوئیں یا آپ ﷺ کے نام سے پکاری جاتی

ہوں ان سب کی تعظیم وتکریم کی جائے۔(شفا شریف ج ۲ص ۴۴)

حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم کے سلسلہ میں چند ایک واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انسؓ یا ان کے گھر والوں سے ملے ہیں تو حضرت عبیدہؓ نے فرمایا: میرے پاس حضور ﷺ کا ایک بال ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔(بخاری شریف جلد ا،ص ۲۹)

۲۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ شریف میں حضور ﷺ کے موذن تھے ان کے سر کے سامنے کے حصہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا جسے زمین پر بیٹھ کر جب وہ کھول دیتے تو بال زمین سے لگ جاتے۔کسی نے اس سے کہا ان بالوں کو آپ منڈوا کیوں نہیں دیتے تو انہوں نے فرمایا:

لم اکن بالذی احلقھا و قد مسھا رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدہ۔

میں ان بالوں کو نہیں منڈ واسکتا اس لیے کہ حضور ﷺ نے ان کو اپنے دست مبارک سے چھوا ہے۔

(شفا شریف ج ۲،ص ۴۴،تعظیم نبی ﷺ ص ۳۸)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے عظام حضور نبی کریم ﷺ کی آل پاک کا بھی بہت احترام فرماتے رہے ہیں۔اس سلسلہ میں اسلاف کی رائے اور عمل ملاحظہ فرمائیں۔

اولادِ رسول ﷺ کی تعظیم

۱۔ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اپنی کم سنی کے زمانہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا۔وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا **انزل عن منبر ابی و اذھب الی منبر ابیک** یعنی میرے باپ کے منبر سے اتریئے اور اپنے باپ کے منبر پر جایئے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا **لم یکن لابی منبر**۔میرے باپ کا منبر نہیں تھا اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔میں اپنے پاس پڑی ہوئی کنکریوں سے کھیلتا رہا۔جب آپؓ منبر سے اترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے۔پھر مجھ سے فرمایا کتنا اچھا ہو اگر آپ کبھی کبھی تشریف لاتے رہیں۔(الشرف امؤبد ص ۹۳)

۲۔ حضرت سعید بن ابان قرشی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نوعمری کے زمانے میں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔آپ نے انہیں اونچی جگہ بٹھایا اور بڑی تعظیم وتکریم کی۔جب وہ تشریف لے گئے تو لوگوں نے خلیفہ سے کہا آپ ایک نوعمر بچے کے ساتھ اس طرح پیش آئے۔انہوں نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا،

انما فاطمہ بضعۃ من یسرنی مایسرھا و انا اعلم ان فاطمۃ لو کانت حیۃ لا سرھا ما فعلت بابنھا. (الشرف المؤبد ص ۹۳)

فاطمہ میری لخت جگر ہیں ان کی خوشی کا سبب میری خوشی کا باعث ہے اور میں جانتا ہوں اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما ہوتیں تو میں نے جو کچھ ان کے بیٹے کے ساتھ کیا ہے اس سے وہ ضرور خوش ہوتیں۔

محبان رسول کریم ﷺ کے لیے نبی کریم ﷺ کی ہر ادا پیاری ہے اور وہ ہر وقت ناموس رسالت کی خاطر جان قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔اب آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ شرع کی رو سے گستاخ رسول کی سزا کیا ہے؟

گستاخِ رسول کی سزا قتل

کتاب وسنت اجماع امت اور تصریحات آئمہ دین کے مطابق توہین رسول کی سزا قتل ہے۔رسول اللہ ﷺ کی صریح مخالفت توہین

رسول ہے۔قرآن مجید نے اس جرم کی سزا قتل بیان کی ہے۔اسی بنا پر کافروں سے قتال کا حکم دیا گیا۔قرآن مجید میں ہے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (سورۃ انفال:۱۳)

یہ(یعنی کافروں کو قتل کرنے کا حکم)اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی صریح مخالفت کرکے ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔(مدارک ص ۱۷ ج ۲،خازن ص ۱۷ ج ۲،البحر المحیط ص ۴۷۱ ج ۴،گستاخ رسول ﷺ کی سزا موت ص ۱۲)

توہین رسول کے کفر ہونے پر بکثرت آیات قرآنیہ شاہد ہیں۔مثلاً

وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ط قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُوْنَo لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ۔(سورۃ توبہ:۶۵۔۶۶)

اور اگر آپ ﷺ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے تھے۔آپ ﷺ (ان سے) کہیں کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو۔کوئی عذر نہ کرو۔بے شک ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

ایک گستاخِ رسول کو قتل کرنے کا نبوی حکم

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے توہین رسول ﷺ کے مرتکب مرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم دیا۔حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ

فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔کسی نے حضور ﷺ سے عرض کی،حضور ﷺ آپ کی شان میں توہین کرنے والا ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

''اقتلوہ''اسے قتل کردو۔(بخاری ص ۲۴۹ جلد اول،ص ۶۱۴ جلد دوم)

یہ عبداللہ ابن خطل مرتد تھا۔ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کیے۔رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور ﷺ کی شان میں توہین وتنقیص کیا کرتا تھا۔اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ(نعوذ باللہ)حضور ﷺ کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔جب حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے خلاف کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔(فتح الباری ص ۱۳ جلد ۸،عمدۃ القاری ص ۳۴۷ جلد ۸،ارشاد الساری ص ۳۹۲ جلد ۶)

یہ صحیح ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لیے حرم مکہ کو حضور ﷺ کے لیے حلال قرار دے دیا گیا تھا،لیکن بالخصوص مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخ رسول باقی مرتدین سے بدر جہا بدتر وبدحال ہے۔
(گستاخ رسول کی سزا قتل ص ۱۶)

اجماعِ امت

۱۔ **قال محمد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المتنقص لہ کافر و الوعید جار علیہ بعذاب اللّٰہ لہ و حکمہ عندالامۃ القتل و من شک فی کفرہ و عذابہ کفر** (الشفاء ص ۲۱۶۔۲۱۵،نسیم الریاض شرح الشفاء ص ۳۳۸ جلد ۴،رد المحتار ص ۳۱۷ جلد ۳،الصارم المسلول ص ۴)

محمد بن سحنون نے فرمایا:

علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا حضور ﷺ کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے،کافر ہے۔

۲۔ **و قال ابو سلیمان الخطابی لااعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلہ اذا کان مسلماً**۔(الشفاء ص ۲۱۶ جلد ۲،فتح القدیر شرح ہدایہ ص ۴۰۷ جلد چہارم،الصارم المسلول ص ۴)

امام ابوسلیمان الخطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب مسلمان کہلانے والا نبی ﷺ کے سب (گستاخی) کا مرتکب ہوتو میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔

۳۔ **واجمعت الامة علیٰ قتل متنقصه من المسلمین و سابه۔**(الشفاء ص۲۱۱ جلد دوم)

اور امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور ﷺ کی شان میں سب اور تنقیص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔

۴۔ امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا، عامہ علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو سب کرے، قتل کیا جائے گا۔ ان ہی میں سے مالک بن انس، لیث، احمد، اسحاق (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہیں اور یہی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے قول کا یہی تقاضا ہے۔ (پھر فرماتے ہیں) اور ان آئمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں، امام ثوری، کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یہ ردت ہے۔ (الشفاء ص۲۱۵ ج۲، گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل ص۱۸)

۵۔ بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی یا حضور ﷺ کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ، آپ ﷺ کے نسب، دین یا آپ ﷺ کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت کی یا آپ ﷺ پر طعنہ زنی کی یا جس نے بطریق سب واہانت یا تحقیر شان مبارک یا ذات مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لیے حضور ﷺ کو کسی چیز سے **تشبیہ** دی وہ حضور ﷺ کو **صراحةً** گالی دینے والا ہے اسے قتل کر دیا جائے۔ ہم اس حکم میں قطعاً کوئی استثنا نہیں کرتے۔ نہ ہم اس میں کوئی شک کرتے ہیں۔ خواہ **صراحةً** توہین ہو یا **اشارةً کنايةً** اور یہ سب علماء امت اور اھل فتویٰ کا اجماع ہے عہد صحابہ سے لے کر آج تک (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) (الشفاء ص۲۱۴ ج۲، الصارم المسلول ص۵۲۵ مطبوعہ بیروت)

۶۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ یہ چاروں آئمہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے یہ یہی منقول ہے۔

(فتاوی شامی حنفی ص۳۲۱ ج۳، نحوہ الصارم المسلول للحنبلی ص۴)

۷۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے۔ آپ ﷺ کو گالی دینے والا تو بطریق اولیٰ مستحق گردن زدنی ہے۔ پھر (مخفی نہ رہے کہ) یہ قتل ہمارے نزدیک بطور حد ہوگا۔

(فتح القدیر از امام ابن ہمام حنفی ص۴۰۷ جلد چہارم، گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل ص۲۰)

۸۔ جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کو سب کرے یا تکذیب کرے یا عیب لگائے یا آپ ﷺ کی تنقیص شان کا (کسی اور طرح سے) مرتکب ہوتو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس سے اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔

(کتاب الخراج امام ابویوسف ص۱۸۲، فتاویٰ شامی ص۳۱۹ جلد۳)

۹۔ کسی شے میں حضور ﷺ پر عیب لگانے والا کافر ہے اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا، ''اگر کوئی حضور ﷺ کے بال مبارک کو ''شعر'' کے بجائے (بصیغہ تصغیر) ''شعیر'' (شین پر پیش عین پر زبر سے) کہہ دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اور امام ابوحفص الکبیر (حنفی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور ﷺ کے کسی ایک بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''مبسوط'' میں فرمایا کہ نبی ﷺ کو گالی دینا کفر ہے۔''

(فتاویٰ قاضی خان ص۸۸۲ جلد۴ مطبوعہ نولکشور)

۱۰۔ کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اہانت وایذا رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے وہ مرتد مستحق قتل ہے۔ (احکام القرآن للجصاص ص۱۰۱ جلد سوئم)

قارئین کرام! مندرجہ بالا فتاویٰ پر بار بار غور وفکر فرمائیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ کتاب وسنت، اجماع امت

اوراقوال علمائے دین کے مطابق گستاخ رسول کی سزا یہی ہے کہ وہ مرتد مستحق قتل ہے۔

(ازافادات مقالات حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

اہم نوٹ:۔اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی قوانین کے مطابق گستاخِ رسول پر مبینہ الزامات کا نہایت احتیاط سے جائزہ لے اور جرم ثابت ہونے پر سزا دے۔اسلامی ریاست میں ہر فرد اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ اس قسم کے سنگین الزامات کی بنا پر از خود کسی کو سزا دے۔یہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے ہم (مسلمانوں) پر حقوق

قرآن وحدیث پاک،اقوال آئمہ واولیاء کی رو سے محسن انسانیت،حضور نبی کریم ﷺ کے ہم گناہگاروں پر درج ذیل حقوق ہیں جن کی ادائیگی فلاح دارین کے لیے ازحد ضروری ہے۔ان حقوق کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ حضور ﷺ پر ایمان لانا،آپ ﷺ کے تمام دعوؤں اور تعلیمات کی سچائی پر یقین اور اس کا اعلان کرنا۔

۲۔ آپ ﷺ کی اطاعت کرنا،آپ ﷺ کا ہر حکم بجالانا اور آپ ﷺ کا ہر فیصلہ شرح صدر کے ساتھ قبول کرنا۔

۳۔ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ اپنانے میں فخر محسوس کرنا۔

۴۔ حضور نبی کریم ﷺ سے اپنے والدین،اولاد،جان،مال اور دنیا کی ہر شے سے زیادہ بے پناہ محبت کرنا۔اپنے تمام مفادات اور اپنی تمام خواہشات کو حضور ﷺ کے احکام کے تابع کردینے اور اکثر درود شریف اور ذکر نبی ﷺ سے اپنی محبت پرکھتے رہنا۔

۵۔ حضور ﷺ کا سب سے زیادہ ادب اور احترام کرنا اور آپ کی عظمت اور جلال کے احساس سے ہمیشہ تواضع اور انکسار سے رہنا۔ آپ ﷺ کی ادنیٰ سی نافرمانی اور خلاف ورزی سے بھی ہر وقت بچتے رہنا۔

۶۔ حضور ﷺ کی امت کی خیر خواہی کرنا اور ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرنا۔اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم یہ کوشش کرنا کہ ہماری ذات کی وجہ سے ان مسائل میں اضافہ نہ ہو۔

۷۔ حضور ﷺ کے پیغام محبت کو اپنے قول وفعل سے آگے پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کرنا۔

ایک ایمان افروز واقعہ

بروایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری دامت برکاتہم امرتسر میں رونما ہونے والا تقریباً اٹھانوے (۹۸) سال پہلے کا واقعہ انہیں کی زبانی سنے۔بیان فرماتے ہیں۔

''ایک واقعہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں جو بے حد ایمان افروز اور عبرت انگیز ہے۔یہ واقعہ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ قبلہ علی پوری قدس سرہ نے امام سیدنا حضرت ابوحنیفہ کوفی ؒ کے عرس سراپا اقدس منعقدہ مسجد جان محمد امرتسر کے اجتماع عظیم میں بیان فرمایا تھا۔

امرتسر کے گرجا گھر کے سامنے کھڑا ہو کر ایک پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل اور عیسائی مذہب کی خوبیاں بیان کر رہا تھا اور وہ (پادری) دوران تقریر حضور ﷺ کا اسم گرامی ادب واحترام سے نہیں لیتا تھا۔سامعین میں ایک بھنگڑ اس حالت میں کھڑا تھا بھنگ گھوٹنے والا ڈنڈا اس کے کاندھے پر تھا۔اس خوش بخت نے کہا پادری ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برحق نبی مانتے ہیں اور ان کا نام ادب سے لیتے ہیں تو بھی ہماری سچی سرکار ی ﷺ کا نام ادب سے لے۔مگر پادری پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا،تو اس عالی ہمت نے پھر ٹوکا۔جب پادری نے تیسری بار بھی اسی طرح نام لیا،تو اس پاک نہاد نے اپنا وہ ڈنڈا جس سے بھنگ گھوٹتا تھا،اس زور سے پادری کے سر پر دے مارا کہ پادری کا سر پھٹ کر بھیجا باہر آ گیا اور وہ مردود بیان دیے بغیر واصل جہنم ہو گیا۔یہ عاشق صادق پکڑا گیا۔موت کی سزا ہوئی۔اپیل ہوئی۔انگریز جج نے یہ لکھ کر بری کر دیا کہ:

پادری کا قاتل تکیہ نشین بھنگڑ ہے کوئی مولوی نہیں۔مولوی اور پادری کی دیرینہ باہمی رنجش ہو سکتی ہے۔بھنگڑ سے پادری کی دیرینہ یا

تازہ رنجش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ پادری نے ضرور اس کے جذبات کو مجروح کیا ہے، لہٰذا میں اسے بری کرتا ہوں۔ (بتغیر یسیر یقدر حافظہ) (گستاخ رسول ﷺ کی سزاموت ص۸)

آخر پہ حکیم محمد موسیٰ دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں،

اللہ تعالیٰ اس مکین تکیہ کے مرقد منور پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور اس جیسا ایمان ہر مکین مسجد اور ہر مسلمان کو نصیب فرمائے! آمین ثم آمین! بجاہ سید المرسلین ﷺ!

اس واقعے کے نقل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ پادری حضور پرنور، سید الانبیاء ﷺ کی شان اقدس میں کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں کہہ رہا تھا، صرف حضور ﷺ کا اسم پاک اسلامی آداب سے نہیں لیتا تھا، یعنی مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرح جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (بحوالہ تقویۃ الایمان ص ۴۷ واطیب الایمان ص ۳۲۴)

''اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے کہ بطور حوالہ بھی ہمیں ایسے الفاظ تحریر کرنا پڑے۔ اگرچہ ''نقلِ کفر، کفر نباشد'' (مصنف)

پادری صرف ''محمد صاحب'' کہہ رہا تھا اور اس تکیہ والے عاشق صادق کو یہ بات بھی ناگوار گزری اور اس نے اپنے مذہب عشق کا جھنڈا بلند کر دکھایا۔ (از حکیم محمد موسیٰ امرتسری دامت برکاتہم، گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل، ص۸) ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طنیت را

عقیدۂ آخرت

عربی زبان کا لفظ ''الآخرۃ'' یا ''اخر'' ہم معنی ہیں۔دونوں الفاظ اسم صفت ہیں۔لفظ ''الآخرۃ'' مؤنث ہے جبکہ لفظ ''اخر'' مذکر استعمال ہوتا ہے۔دونوں الفاظ کا مطلب ہے ''آخری' سب سے پیچھے کا''۔قرآن کریم میں لفظ ''الدار'' (گھر) جو کہ مؤنث ہے کہ ساتھ بطور صفت کے لفظ''' استعمال ہوا ہے۔یعنی عربی لغت کے مطابق مؤنث لفظ کے ساتھ مؤنث صفت استعمال کی گئی ہے۔یوں ''الدار الآخرۃ'' کا معنی بنا ''آخری گھر''۔

''الیوم'' (دن) کا لفظ چونکہ عربی میں بھی (اردو کی طرح) مذکر ہے اس لیے اس کے ساتھ اسم صفت کے طور پر'''' اخر'' بھی مذکر استعمال ہوتا ہے۔یوں آخرت کے معنوں میں دوسرا لفظ ''الیوم الأخر'' بنتا ہے جس کے معنی ہیں آخری دن۔

الفاظ ''الدار الآخرۃ'' اور ''الیوم الأخر'' کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ،

''مرنے کے بعد دوسری زندگی اوراس میں ملنے والا ٹھکانا'' اور ''ایمان بالیوم الأخر'' یا عقیدہ آخرت کا مطلب ہوا کہ اس بات کا اعتقاد کہ مرنے کے بعد دوبارہ ایک زندگی ملے گی۔قرآن مجید ''الدار الآخرۃ'' اور ''الیوم الأخر'' کے متبادل ایک اور لفظ ''معاذ'' بھی استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں ''لوٹنے کا وقت یا جگہ''

عقیدۂ آخرت کی اہمیت

ایمان بالیوم (آخری دن پر ایمان) یا عقیدہ آخرت اسلام کا تیسرا بنیادی اصول یا عقیدہ ہے۔تمام انبیاء کرام اور رسل عظام (علیہم السلام) ہمیشہ بنیادی عقائد (توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدے کی) تبلیغ فرماتے رہے۔

بنیادی عقائد میں کسی قسم کا شک وشبہ کفر ہے اس لیے ان تمام عقائد کو اچھی طرح سمجھنا اور انہیں عملی طور پر اختیار کرنا از حد ضروری ہے۔

عقیدہ آخرت کے بارے میں چند ایک ضروری باتیں پیش کی جاتی ہیں جن سے اس عقیدہ کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

۱۔ قرآن میں آخرت کا بیان مجموعی طور پر توحید ورسالت کے بیان سے بھی زیادہ بار آیا ہے۔

۲۔ قرآن کریم میں چوبیس (۲۴) مقامات پر صرف اللہ اور آخرت پر ایمان کہہ کر اس عقیدہ کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

۳۔ قرآن کریم میں آخرت کا ذکر ''الیوم الآخر'' کہہ کر (۲۴) جگہ آیا ہے۔

۴۔ قرآن حکیم میں لفظ الاے خرے (۱۱۲) جگہ پر آیا ہے۔اس کے علاوہ یوم البعث (جی اٹھنے کا دن)، یوم الحسرۃ (حسرت کا دن)، یوم الحساب (حساب کا دن)، یوم الفصل (قطعی فیصلہ کا دن)، یوم الخروج (نکلنے کا دن)، یوم القیامۃ (کھڑے ہونے کا دن)، یوم الحق (برحق دن) وغیرہ کوئی بیس کے قریب ناموں سے اس کا ذکر آیا۔ یوم......(جس دن کہ) یا یومئذ......(آج کے دن) سے شروع ہونے والی دوسو کے قریب آیات میں آخرت کا بیان موجود ہے۔(پروفیسر حافظ احمد یار، ص۱۰۲)

۵۔ قرآن کریم میں بیس سے زائد مقامات پر ''دنیا اور آخرت'' کا یکجا ذکر ہوا ہے۔اس کے علاوہ عقیدہ آخرت کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرنے کے لیے ثواب الأخرۃ (آخرت کا ثواب) حرث الأخر (آخرت کی کھیتی)، نکال الأخرۃ (آخرت کی ذلت) اور عذاب الأخرۃ (آخرت کی سزا) وغیرہ تراکیب کا استعمال بکثرت کیا گیا ہے۔

۶۔ جس طرح ہر دور کا انسان شعوری ولاشعوری پر اللہ تعالیٰ کو مانتا رہا ہے اسی طرح آخرت کا عقیدہ یا اس کا کچھ نہ کچھ تصور بھی ہمیشہ انسانوں میں موجود رہا ہے۔

۷۔ انسانوں کا ایک گروہ اپنی ہٹ دھرمی، جہالت اور سیاہ باطنی کی وجہ سے مرنے کے بعد جی اٹھنے اور روز قیامت اور جزا وسزا کا انکار کرتا

ہے۔قرآن حکیم میں نہایت وضاحت سے ان کی اس غلط فہمی کا رد کیا گیا ہے اور آخرت کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔
منکرین کے اعتراضات اور ان اعتراضات کا قرآنی آیات کی شکل میں جواب ملاحظہ فرمائیں۔

☆ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ......(سورۃ السجدۃ:۱۰)
اور کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں نیست و نابود ہوں گے تو کیا کہیں پھر ہم نئے جنم میں آئیں گے۔

☆ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌo (سورۃ یٰس:۷۸)
کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہوگئی ہوں۔

☆ اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَo (سورۃ الانعام:۲۹)
ہمارے لیے زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور ہم کو پھر نہیں زندہ ہونا۔
اللہ تعالیٰ نے ان کے باطل دلائل کا جواب یوں ارشاد فرمایا:

☆ وَھُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ (سورۃ الروم:۲۷)
اور وہی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

☆ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (سورۃ یٰس:۷۹)
فرما دیجئے کہ ان کو زندہ کرے گا جس نے بنایا ان کو پہلی بار۔

☆ کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ج ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَo (سورۃ البقرہ:۲۸)
حالانکہ تم بے جان تھے۔پھر جلایا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر جلائے گا تم کو پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

عقیدۂ آخرت کے بنیادی نکات

۱۔ ہر جن وانس (انسان) مرنے کے بعد ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے جسے برزخ کہتے ہیں۔

۲۔ قرآن کریم میں چالیس مقامات پر لفظ **الساعۃ** کے حوالے سے اس حقیقت کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایک دن یہ پوری کائنات تباہ ہو جائے گی اور سب کے سب انسان مرجائیں گے۔اس کے بعد ایک دن سب دوبارہ جی اٹھیں گے۔قرآن کریم میں اس دن کا ذکر ''یوم القیامۃ''یعنی قیامت کا دن کہہ کر کیا گیا ہے جس سے مراد دوبارہ جی اٹھنے کا دن ہے۔

قرآن حکیم میں یہ حقیقت واضح طور پر بیان ہوئی ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد اطاعت الٰہی بجالانا ہے اور روز حساب کو ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔ارشاد ربانی ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَo (المومنون:۱۱۵)
کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آ ؤ گے؟

☆ کائنات کی کوئی چیز بھی بیکار پیدا نہیں کی گئی۔ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مصقد ہے۔اس طرح انسان کو پیدا کرنے کا بھی ایک مقصد ہے۔

☆ انسان کو کائنات کی ہر شے کی ضرورت ہے مگر انسان کی ضرورت کس کو ہے؟ ہر چیز انسان کے بغیر رہ سکتی ہے۔مگر انسان، زمین، ہوا اور پانی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی خاص مقصد ہے جس وجہ سے اسے دیگر اشیاء پر فوقیت حاصل ہے۔

۳۔ قیامت میں جی اٹھنے کے بعد ہر ایک سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔
قرآن کریم میں اس یوم الحساب کا ذکر یوں آیا ہے:
فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ o وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗo (سورۃ الزلزال:۷۔۸)

تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا، اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔

۴۔ اس حساب کتاب کے بعد مجموعی طور پر نیک و بد اور اچھے اور برے انسان الگ الگ کر دیئے جائیں گے۔ دونوں قسم کے انسانوں کو اب ایک ابدی زندگی دی جائے گی۔ مشرکین و کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جبکہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انعام و بخشش اور شفاعت و معافی سے درجہ بہ درجہ جنت میں چلے جائیں گے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ اس دن کو قرآن حکیم میں ''یـــوم الدین''یعنی جزاء سزا کا دن یا دین کے نتائج کے ظہور کا دن کہا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں نیکی اور بدی کے اس میزان کا ذکر کیا گیا ہے اور واضح اعلان کر دیا گیا ہے کہ نیک و بد نہ اس دنیا میں برابر ہیں اور نہ ہی اگلے جہان میں برابر ہوں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ٥

(سورۃ ص:۲۸)

کیا ہم ایمان لانے اور اچھے کام کرنے والوں کو ان جیسا کر دیں جو زمین میں بگاڑ پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیز گاروں کو نافرمان شریروں کے برابر کر دیں؟

۵۔ اس دن حضور نبی کریم ﷺ بلند ترین مرتبے مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے۔ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے بعد تمام انبیاء و رسل (علیہم السلام) کو، تمام اولیاء کرام، علمائے کرام، شہداء کرام، مسلمانوں کے متوفی بچوں اور دیگر نیک مسلمانوں کو شفاعت کا حق عطاء ہوگا۔

اسلام میں عقیدۂ آخرت کی اہمیت

آخرت پر ایمان رکھنا اسلام کی نہایت اہم تعلیم ہے۔ قرآن مجید میں اس کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ سورہ بقرہ میں متقین کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔''وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ٥''اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اگر آخرت پر ایمان نہ ہو تو انسان خود غرضی اور نفس پرست بن جائے۔ اس عقیدہ سے انسان کے دل میں نیکی پر جزا اور بدی پر سزا کا یقین پیدا ہوتا ہے۔ اس کی نظر اپنے اعمال کے دنیوی و آخروی نتائج پر رہتی ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ جس طرح زہر مہلک ہوتا ہے اور آگ جلا ڈالتی ہے اسی طرح گناہ بھی ہلاک کرتا ہے اور نیکی نجات وفلاح کا سبب ہے۔

عقیدہ آخرت سے انسان کے دل میں نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ ہمیشہ کے لیے مٹ جانے کا ڈر انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔ جب دل میں یہ یقین ہو کہ اصل زندگی آخرت کی ہے تو انسان نڈر ہو جاتا ہے۔ وہ راہ حق میں جان قربان کرنے سے نہیں کتراتا۔

ملائکہ

لفظ ''ملائکہ'' جمع ہے لفظ ''ملک'' کی جس کے لغوی معنی قاصد کے ہیں۔توحید، رسالت اور آخرت کی طرح فرشتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلٰـكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ‌ۚ ......(سورۃ البقرۃ:۱۷۷)

ترجمہ:لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی وہ نوری مخلوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دنیا کا نظام چلا رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنا حکم انہیں **القاء** فرماتا ہے اور وہ اس حکم کو مخلوق میں جاری اور نافذ کر دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔فرشتے وہی کرتے ہیں جو حکم ربی ہو خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے نہ قصداً نہ سہواً نہ خطاءً۔وہ اللہ تعالیٰ کے معصوم بندے ہیں۔ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہیں۔ان کو مختلف خدمتیں سپرد کی گئی ہیں۔بعض کے ذمہ حضرات انبیائے کرام کی خدمت میں وحی لانا تھا۔کسی کے متعلق پانی برسانا، کسی کے متعلق بدن انسان کے اندر تصرف کرنا، کسی کے متعلق ذاکرین کا مجمع تلاش کر کے اس میں حاضر ہونا، کسی کے متعلق سرکار میں مسلمانوں کی درود وسلام پہنچانا، بعضوں کے متعلق مردوں سے سوال کرنا، کسی کے ذمہ روح قبض کرنا، بعضوں کے ذمہ عذاب کرنا، کسی کے متعلق صور پھونکنا اور ان کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو ملائکہ انجام دیتے ہیں۔فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت۔ان کو قدیم ماننا یا خالق جاننا کفر ہے۔ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور اس کے بتائے سے اس کے رسول جانتے ہیں۔چار فرشتے بہت مشہور ہیں حضرت جبرئیل ومیکائیل واسرافیل وعزرائیل علیہم السلام اور یہ سب ملائکہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔کسی فرشتہ کے ساتھ ادنیٰ سی گستاخی بھی کفر ہے۔جاہل لوگ اپنے کسی دشمن کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ ملک الموت یا عزرائیل آ گیا۔یہ قریب کلمہ کفر ہے۔فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

آسمانی کتابیں

مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تمام رسولوں پر ایمان لایا جائے۔رسولوں پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر مانا جائے اور ان کی تعلیمات کو برحق تسلیم کیا جائے۔رسولوں پر نازل ہونے والی کتابیں ربانی تعلیمات کا مجموعہ ہوتی ہیں۔لہٰذا رسولوں پر ایمان لانے کے لیے لازم ہے کہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے۔ایمان والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ‌ۚ (سورۃ البقرۃ:۴)

اور وہ لوگ جو ایما لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا آپ ﷺ سے پہلے۔

کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے وہ بھی سچی کتابیں تھیں اور ان کے بیان کردہ قوانین پر ان کے زمانے میں عمل کرنا ضروری تھا۔مگر اب صرف قرآنی ہدایات پر ہی عمل کیا جائے گا۔

چار بڑی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۲۔ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
۳۔ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
۴۔ آخری آسمانی کتاب قرآن مجید جو ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔

ان کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء پر صحیفے بھی نازل ہوئے تھے جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

ان تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں بنیادی عقائد (توحید، رسالت، آخرت و دیگر متفرق عقائد) مشترک تھے جبکہ ہر دور کے تقاضوں کے مطابق فروعی مسائل اور قوانین میں قدرے فرق تھا۔ قرآن حکیم آخری آسمانی کتاب ہے۔ اس کے تمام احکامات ہمیشہ کے لیے غیر متبدل ہیں۔ قرآن حکیم کے فضائل و خصائص بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

فضائل و خصائصِ قرآنِ حکیم

۱۔ امام بخاری قدس سرہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ذکر فرمائی کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر ایک نبی کو کوئی نہ کوئی ایسا معجزہ عطا کیا گیا کہ جس کی وجہ سے لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے جو کچھ دیا گیا وہ وحی الٰہی ہے۔ اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ میرے پیروکاران سب سے زیادہ ہوں گے۔

۲۔ امام بیہقی قدس سرہ نے لا یاتیہ الباطل کی تفسیر میں حضرت امام حسن بصریؒ سے روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو شیطان (کے تصرف) سے محفوظ فرما دیا ہے کہ نہ تو وہ اس میں جھوٹ کی زیادتی کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے سچ میں کوئی کمی کر سکتا ہے۔

۳۔ امام بیہقی قدس سرہ نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے شعب الایمان میں روایت کیا کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار (ایک اور روایت کے مطابق ایک سو چودہ) کتابیں نازل فرمائیں اور ان سب کے علوم چار کتابوں توراۃ و انجیل، زبور اور قرآن کریم میں رکھے۔ اور پھر توراۃ و انجیل اور زبور کے تمام علوم قرآن کریم میں رکھے۔

۴۔ امام سعید بن منصور قدس سرہ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا:

جو شخص علم حاصل کرنا چاہے، پھر اسے ضروری ہے کہ قرآن کریم سیکھے، اس لیے کہ قرآن کریم میں پہلوں اور پچھلوں (سب) کے علوم ہیں۔

۵۔ علامہ ابن جریر قدس سرہ اور امام ابن ابی حاتم قدس سرہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

اس قرآن عزیز میں ہر ایک علم موجود ہے۔ اور اس میں ہمارے لیے ہر شے بیان کر دی گئی ہے۔ ہاں ہماری سوجھ بوجھ قرآن کریم میں بیان شدہ شے تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

۶۔ ابوالشیخ قدس سرہ کتاب ''العظمۃ'' میں حضرت ابو ہریرہؓ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ (قرآن کریم میں) اگر کسی (چھوٹی سے چھوٹی) شے کا ذکر (بھی) نہ فرماتا تو چاول، رائی کے دانہ اور مچھر کے ذکر کی طرف توجہ نہ فرماتا۔

۷۔ امام ابن منذر قدس سرہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا:

قرآن کریم میں ہر ایک زبان موجود ہے۔ (اس پر) آپ سے پوچھا گیا کہ رومی زبان قرآن عزیز میں کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''فصرھن''۔ قرآن کریم میں رومی لغت ہے جس کا عربی ترجمہ ''قطعھن'' ہے۔ ''انہیں ٹکڑے ٹکڑے بنا دو۔''

(جوہر البحار جلد اول حصہ دوم ص ۴۶۵)

حفاظت قرآن سے متعلق ایک دلچسپ حکایت

حضرت امام یحییٰ ابن اکثم قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک یہودی (خلیفہ) مامون (عباسی) کی خدمت میں آیا اوراس نے (کچھ) کلام کیا اور اچھا کلام کیا۔ (اس پر خلیفہ) مامون نے اسے دعوت اسلام دی مگراس نے انکار کر دیا۔ جب ایک سال گزر گیا تو وہ مسلمان ہوکر ہمارے پاس آیااوراس نے علم وفقہ پر اچھی گفتگو کی۔ (خلیفہ) مامون نے اس سے پوچھا کہ تیرے اسلام لانے کا کیا باعث ہے؟ بولا، میں نے آپ کے ہاں سے جا کر (مختلف) مذاہب کی جانچ پرکھ کی۔ اوراس سلسلہ میں میں نے توراۃ شریف کے تین نسخے لکھے اوران میں (قدرے) کمی بیشی کر دی اور پھر کنیسہ میں بھیج دیے۔ وہ تینوں مجھ سے بک گئے۔ پھر میں نے انجیل مقدس کے تین نسخے لکھے اوران میں بھی کمی بیشی کر دی اور گرجا میں بھیج دیے۔ وہ تینوں بھی فروخت ہوگئے۔ پھر میں نے قرآن کریم کے تین نسخے لکھے اوران میں کمی بیشی کر دی اورانہیں ''وراقین'' کے ہاں بھیج دیا۔ انہوں نے ان نسخوں کی ورق گردانی کی اور جب ان میں کمی بیشی پائی تو انہیں رد کر دیا اوران کو مول نہ لیا۔ اس سے میں نے جان لیا کہ یہ کتاب (تبدیلی سے) محفوظ ہے اور یہی میرے مسلمان ہونے کا باعث بنا۔

حضرت الامام یحییٰ بن اکثم قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے اسی سال حج کیا۔ اور حضرت سفیان بن عیینہؒ سے ملا اور میں نے یہ واقعہ ان سے بیان کیا (اس پر تبصرۃً) شیخ الاسلام امام سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا کہ اس کا ثبوت تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ میں نے استفسار کیا، کس مقام پر؟ فرمایا:

توراۃ وانجیل کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ (سورۃ مائدۃ:۴۴) ''ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی۔'' یعنی توراۃ وانجیل کی حفاظت ان پر چھوڑ دی گئی تھی۔ لہٰذا وہ کتب ضائع ہوگئیں۔ جبکہ قرآن عزیز کی بابت فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ٥ (پ۱۴، سورۃ حجر، آیت ۹) ''بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔'' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے (تبدیلی) محفوظ رکھا اور ضائع نہ ہوا یعنی قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔

(''جواہرالبحار، جلداول حصہ دوم ص ۴۶۱'')

تقدیر

مسئلہ تقدیر بہت نازک مسئلہ ہے۔تقدیر پر زیادہ بحث اور غور وفکر کی اجازت نہیں ہے کیونکہ قضاء وقدر کے مسائل عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔کہا گیا ہے کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے جس پر انسان کی عقل کو دسترس نہیں۔

اس مسئلہ کی پیچیدگی کے پیش نظر ہم زیادہ تفصیلات میں نہیں جائیں گے بلکہ صرف چند ایک ضروری باتیں زیر غور لائی جائیں گی۔

سب سے پہلی بات یہ کہ تقدیر کیا ہے؟ علمائے کرام نے اس کی مختصر سی تعریف یہ بیان کی ہے کہ،

''دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اور بندے جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے اسے جانا اور لکھ دیا اسی کا نام تقدیر ہے۔''

ایمان کی تکمیل کے لیے تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔جیسا کہ ہر مسلمان ایمان مفصل میں اقرار کرتا ہے:

والقدر خیرہ شرہ من اللّٰہ تعالیٰ......

اور (میں ایمان لایا اس پر کہ) تقدیر کی بھلائی برائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

حضرت سراقہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ ہمیں ہمارے دین کی حقیقت بیان فرمائیں جو ہمارا مقصد پیدائش ہے۔کیا ہم وہ ہی کرتے ہیں جو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اور جس کو لکھ کر قلم سوکھ گئے ہیں یا یہ ہی چیز ہے جن میں ہم عمل کریں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلکہ وہ چیز (عمل) ہے جو تقدیر میں لکھا گیا اور قلم لکھ کر سوکھ گئے۔سراقہ کہنے لگے پھر عمل کس لیے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا،''(نہیں) عمل کرو پس ہر شخص کے لیے وہ آسان ہوگا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔'' (پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی)

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی o وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی o فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی o وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی o وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی o فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی o (سورۃ اللیل:۵تا۱۰)

پس البتہ جس نے دیا اور پرہیز گاری کی بھلی بات کی تصدیق کی تو ہم اس کے لیے آسان کر دیتے ہیں آسانی کو اور جس نے بخل کیا بے پروائی برتی اور بھلی بات کو جھٹلایا تو اس کے لیے ہم سختی آسان کر دیتے ہیں۔

(حدیث پاک از مسند امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مترجم اردو ص ۲۰)

تقدیر کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا۔اللہ تعالیٰ کے علم اور لکھ دینے سے کسی کو مجبور نہیں کیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے بندے کو علم اور عقل عطا فرمائی ہے۔انبیاء کرام ورسل عظام کے ذریعے مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔نیکی وبدی کے دونوں راستے انسان پر کھول دیے ہیں اور اسے اختیار دیا ہے کہ جو راستہ چاہے اپنا لے۔اب یہ فیصلہ اس کے ہاتھ میں ہے کہ نیکی یا بدی،اقرار یا انکار میں سے جو راہ پسند ہے اپنا لے۔

تقدیر ماننے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان تدبیر ترک کر دے۔یہ دنیا عالم اسباب ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایک چیز کو دوسری چیز کے لیے سبب بنا دیا ہے۔اسباب کو عمل میں لانا تدبیر ہے۔تدبیر تقدیر کے مخالف نہیں ہوتی بلکہ تقدیر الٰہی کے موافق ہوتی ہے۔ تدبیر کو فضول اور بیکار سمجھنا اور ترک کرنا گمراہی ہے۔ایمان کا تقاضا یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اچھی اور جائز تدبیر اختیار کرے۔ انبیاء کرام بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے رہے اور اس کی تعلیم فرماتے رہے۔حضرت داؤد علیہ السلام کا زرہیں بنانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دس برس حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں اُجرت پر چرانا اس بات کا ثبوت ہے۔

اکثر یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ کیا تقدیر کو بدلا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب علمائے کرام یوں دیتے ہیں کہ،

تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔(۱) قضائے مبرم حقیقی (۲) قضائے مبرم غیر حقیقی۔قضائے مبرم حقیقی سے مراد تقدیر سے متعلقہ وہ سب کچھ ہے جو کہ

’’اصل کتاب لوح محفوظ‘‘ میں لکھا ہوا ہے۔اس میں تبدیلی ناممکن ہے۔

قضائے مبرم غیر حقیقی سے مراد تقدیر کے بارے میں وہ سب باتیں ہیں جو کہ فرشتوں کے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں۔اسے قضائے معلق بھی کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے، اپنی یا اولیاء کرام کی دعاؤں کی برکت سے، والدین کی خدمت، صلہ رحمی اور کسی بھی مقبول نیکی کی وجہ سے اس میں لکھی کوئی سختی، مصیبت یا آزمائش ٹل جاتی ہے جبکہ گناہ، ظلم، والدین کی نافرمانی اور دیگر گناہوں سے سختی و مصیبت نازل ہوتی اور تقدیر میں لکھی کوئی نعمت چھن جاتی ہے۔مثلاً فرشتوں کے صحیفوں میں زید کی عمر ساٹھ برس تھی اس نے سرکشی کی بیس برس پہلے ہی اس کی موت کا حکم آ گیا یا نیکی کی جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کی زندگی میں بیس برس کا اضافہ فرما دیا۔یہ تبدیلی صرف قضائے مبرم غیر حقیقی میں ہوئی۔قضائے مبرم حقیقی میں اس تبدیلی کا بھی ذکر ہے اور اس میں اس کی عمر وہی چالیس یا اسی سال لکھے ہیں اور لازمی طور پر اس کے مطابق ہی ہوگا۔(ہمارا اسلام ص ۲۶۷)

کوئی برا کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیت الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بری بات ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے من جانب اللہ کہے اور جو برائی ہو جائے یا کر بیٹھے اس کو اپنی کمزوری اور غفلت تصور کرے۔‘‘

جس طرح تقدیر کا ماننا ضروری ہے اسی طرح اس کا انکار بھی کفر ہے۔تقدیر کا انکار کرنے والوں کو نبی کریم ﷺ نے اس امت کا مجوسی قرار دیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں حدیث نبوی ہے کہ،

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک قوم ایسی آئے گی جو کہے گی کہ قدر کوئی چیز نہیں۔پھر وہ زندیق ہو جائیں گے۔تو اگر تم ایسوں سے ملو تو ان کو سلام نہ کرو۔اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی بیمار پرسی کے لیے نہ جاؤ۔اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔کیونکہ وہ دجال کے ہمراہی اور اس امت کے مجوسی ہیں۔حکم الٰہی سے ثابت ہے کہ ان کو انہیں کے ساتھ دوزخ میں ملا دے گا۔(مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مترجم اردو ص ۲۲)

فرقہ قدریہ کی ہر نبی اور رسول نے مذمت فرمائی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث پاک سے ثابت ہے۔ارشاد نبوی (ﷺ) ہے:

اللہ تعالیٰ نے قدریوں پر لعنت کی اور نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسے مبعوث نہیں ہوئے جنہوں نے اپنی امت کو ان (قدریوں) سے نہ ڈرایا ہو اور ان پر لعنت نہ بھیجی ہو۔(حضرت عبداللہ بن عمرؓ، مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مترجم اردو ص ۲۲)

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے واضح طور پر تقدیر کا انکار کرنے والوں کو امت کے مجوسی ارشاد فرمایا۔ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء ورسل علیہم السلام کی لعنت کا ذکر فرمایا۔ساتھ ہی آپ ﷺ نے ایسے منکرین سے ہر قسم کا میل جول ترک کرنے کا ارشاد فرمایا۔ان لوگوں کو مجوسی قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ مجوسی دو خدا مانتے ہیں۔ایک یزدان یعنی بھلائی کا خدا۔دوسرا اہرمن یعنی برائی کا خدا۔اسی طرح تقدیر کے منکر ہر انسان کو اس کے افعال (کاموں) کا خالق جانتے ہیں گویا کہ یہ بے شمار خالقوں کے قائل ہیں نہ کہ صرف ایک خالق کے۔یہ عقیدہ واضح طور پر بہت بڑا شرک ہے۔اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔اسی طرح وہ ہمارے اعمال کا بھی خالق ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ o (سورۃ الصفت:۹۶)

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے عملوں کو بھی۔

قارئین کرام! تقدیر کے موضوع پر چند ایک ضروری باتیں آپ کی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔بہتر یہی ہے کہ ہم مزید تفصیلات میں نہ جائیں۔وما علینا الا البلاغ

عقائدِ متفرقہ اہل سنت و جماعت

قارئین کرام! بنیادی عقائد کی ضروری وضاحت کے بعد آپ کی خدمت میں اہل سنت و جماعت کے عقائد مختصر طور پر بیان کئے جارہے ہیں۔ یہ تمام عقائد قرآن پاک، احادیث مبارکہ، ارشادات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین، اولیائے امت اور علمائے حق کی آراء سے ثابت شدہ ہیں۔ان کی مزید تحقیق اور وضاحت کے لیے اس کتاب کے آخر پہ کتابوں کی فہرست دی گئی ہے جن سے آپ استفادہ کر سکتے ہیں۔متفرق عقائد کے بیان کے بعد مختلف فرقوں کے غلط عقائد اور مسلک اہل سنت کے مطابق ان کی تصحیح بیان کی جائے گی۔(ان شاء اللہ تعالیٰ)

۱۔ حضرت نبی کریم ﷺ، دیگر انبیاء ورسل علیہم السلام، خلفائے راشدین، دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور شہداء کرام، حفاظ کرام اور علمائے دین کو قیامت کے دن حق شفاعت عطا ہوگا۔(تصحیح العقائد ص ۲۵،۲۶)

۲۔ حضور نبی کریم ﷺ و دیگر انبیاء ورسل علیہم السلام، مقربین بارگاہ الٰہی، شہداء عظام و دیگر اولیاء کرام اپنے بدن وروح کے ساتھ قبر میں عالم علوی وسفلی میں سیر وتصرف فرماتے ہیں۔
(تصحیح العقائد ص ۲۷، قرطبی، علامہ قسطلانی، امام احمد، امام محمد، امام سیوطی، قاضی عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

۳۔ حضور نبی کریم ﷺ دین ودنیا کے کارساز ہیں۔آپ ﷺ کو مصیبت کے وقت پکارنا، یارسول اللہ ﷺ، یا نبی اللہ ﷺ کہہ کر عرض حال کرنا ہر طرح سے صحیح ہے۔اسی طرح مزار مبارک سے استفادہ کرنا بھی درست اور معمولات صحابہ رضوان اللہ علیہم کے مطابق ہے۔(تصحیح العقائد ص ۴۰)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو زمین وآسمان پر تسلط عطا فرمایا ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کی رضا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی خاطر وہی کرتا ہے۔(تصحیح العقائد ص ۳۷)

۵۔ تمام کلیات وجزئیات، ممکن الوجود اور غیر ممکن الوجود کا محیط علم غیب ذاتی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔علم غیب عطائی اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء ورسل اور بعض خواص اولیاء اللہ کو نبی کریم ﷺ کے فیض سے حاصل ہے۔
(تصحیح العقائد ص ۴۱، قسطلانی وزرقانی)

۶۔ جشن ولادت نبوی ﷺ منانا باعث اجر اور ایمان ومحبت کی علامت ہے۔اس سلسلے میں بارہ تاریخ مثلاً ۱۲ ربیع الاول کا تعین کرنا اور مجالس نبوی کی آرائش واہتمام اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل کا باعث ہے۔(ابن حجر، قسطلانی، نووی، رحمہم اللہ علیہم اجمعین، ص ۶۸)

۷۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سوموار کے دن کا روزہ اس لیے مقرر فرمایا کہ اس دن آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔چنانچہ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابوقتادہؓ مروی ہے:
حضور پاک ﷺ سے دوشنبہ (سوموار) کے روزہ کی وجہ دریافت کی گئی۔آپ ﷺ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور مجھ پر وحی اتری۔(ص ۵۷)

۸۔ مجالس نبویہ میں قیام کرکے صلوٰۃ وسلام پڑھنا مستحب اور باعث برکت ہے۔(ص ۷۱، علامہ حلبی، علامہ قاضی عیاض، علامہ ابن حجر رحمہم اللہ علیہم اجمعین)

۹۔ یہ سمجھنا کہ حضور پاک ﷺ مجالس شریفہ میں تشریف فرما ہوتے ہیں بعید از قیاس نہیں ہے۔احادیث مبارکہ اور علمائے حق کے ارشادات سے یہ بات ثابت ہے کہ ارواح انبیاء واولیاء کا چلنا پھرنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جانا ثابت ہے۔
(ص ۷۵، علامہ زرقانی، علامہ سیوطی، شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین)

۱۰۔ حضور اکرم ﷺ سے منسوب تبرکات، مقامات، اہل بیت، صحابہ کرام وصحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا احترام اور تعظیم ہر

وقت، ہر موقع پر بے حد ضروری ہے۔ (ص۸۵علامہ ابن حجر، علامہ قاضی، عیاض رحمہم اللہ علیہم اجمعین)

۱۱۔ اذان میں اشھد ان محمدرسول اللہ سنتے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب، صحیح، اور مستند ہے۔ اس فعل کا مقصد حضور نبی کریم ﷺ کے پاک نام کی عزت واحترام کرنا ہے جس کا حکم نص قطعی (واضح شرعی احکامات) سے ثابت ہے
(ص۸۸، ابن سیرین، ابن خلکان رحمہم اللہ علیہم اجمعین)

۱۲۔ متقدمین علمائے کرام نے اس بات کو بھی کافی تحقیق کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور دیگر صلحاء کے مزارات پر نیت کر کے حاضر ہونا صحیح ہے۔ (علامہ قاضی عیاض، علامہ نووی، ملاعلی قاری رحمہم اللہ علیہم اجمعین، ص۸۵)

۱۳۔ مصیبت وتکلیف کے وقت اولیاء اللہ سے ان کی زندگی میں اور بعد وصال ان سے مدد مانگنا یا استغاثہ کرنا صحیح عقیدہ ہے۔
(علامہ البیہقی وشاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ علیہم اجمعین، ص۹۴)

۱۴۔ مزارات اولیاء اللہ وغیرہ پر حاضر ہو کر ایصال ثواب کرنا اوران کی زیارت کرنا سلف صالحین (اولیاء عظام) سے چلا آ رہا ہے اس بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے شروع میں منع فرمایا تھا۔ بعد میں اس کی اجازت دے دی (ابن مسعودؓ رواہ ابن ماجہ، ص۱۰۳)

۱۵۔ علمائے حق اور اولیاء عظام نے قبروں کے پختہ کرنے اوران پر قبوں کا بنانا جائز ٹھہرایا اوران کا یہ فعل اختراع یا بدعت نہیں بلکہ اس کی اصل پائی جاتی ہے۔ (علامہ عینی، علامہ سید ابن عابدین رحمہم اللہ علیہم اجمعین، ص۱۰۵)

۱۶۔ متبرک مقامات کو تبرک سمجھ کر بوسہ دینا اوراسی طرح بزرگوں کے احترام ومقام کے پیش نظر ان کے ہاتھ پاؤں چومنا بہتر اور پسندیدہ ہے۔ (ص۱۱۲، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری شریف جلد چہارم)

۱۷۔ بزرگوں کے لباس میں کفن دینا، کفن پر کلمہ طیبہ تحریر کرنا عہد نامہ لکھنا یا لکھا ہوا رکھنا، شجرہ طریقت رکھنا، اولیاء اللہ کے قریب دفن کرنا، قبر پر پانی چھڑکنا اوراذان دینا، قبر پر شاخ لگانا اور پھول ڈالنا، قبرستان جا کر یا گھر بیٹھ کر ارواح کو ایصال ثواب کرنا، ایصال ثواب کے لیے آیات کی تلاوت کرنا، اختتام فاتحہ پر ہاتھوں کا منہ پر پھیرنا متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت شدہ مسئلہ ہے اور علماء نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ (امام نقیہ بن عجیل، علامہ عینی، علامہ سیوطی، علامہ بیہقی، سعد بن علی زنجانی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحہم اللہ علیہم اجمعین، ص۱۱۳۔۱۲۶)

۱۸۔ میت دفن کرنے کے دوسرے یا تیسرے دن یا دسویں، بیسویں، چالیسویں کو فاتحہ کا اہتمام کرنا اوراس کا ثواب مردوں کی ارواح کو پہنچانا مستحب اور صحیح ہے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے میت کے ایصال ثواب کے لیے تعین فرمایا (دن وغیرہ مقرر فرمایا اور جمعہ اور جمعرات کے دن خصوصیت سے والدین کی زیارت کا حکم دیا۔
(مشکوۃ میں روایت محمد بن نعمانؓ، ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۱۲۶)

۱۹۔ اکابر متقدمین نے تیسرے دن جسے عرف عام میں تیجہ کہتے ہیں، ختم قرآن شریف کے علاوہ چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھنے کو رائج کیا۔ احادیث شریفہ میں ستر ہزار بار کلمہ شریف پڑھ کر ایصال ثواب کے فضائل درج ہیں۔ عام طور پر اتنی کافی تعداد میں تسبیحوں کا فراہم ہونا ہر جگہ مشکل تھا۔ اس لیے حساب کر کے چنوں پر اس تعداد کے ساتھ پڑھنے کا معمول جاری کر دیا گیا۔
(ملاعلی قاری، حضرت محی الدین ابن عربی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ص۱۲۸)

۲۰۔ عرس منانا جائز ہے۔ عرس کے موقع پر ارواح اولیاء اللہ کا قبر میں آنا ثابت ہے۔ تاریخ وصال پر عرس کا اہتمام کرنے کی یہ حکمت ہے کہ جس وقت اس ولی اللہ کا وصال ہوا ہے اس موقعہ کو فراموش نہ کیا جائے کیونکہ بے شک وہ وقت برکت کا باعث ہے۔
(حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۱۳۱)

۲۱۔ مزارات اقدس پر اس نیت سے چادر ڈالنا کہ لوگ اولیاء اللہ کی عظمت سے آگاہ ہوں، ان کا احترام کریں اور لوگوں کے دلوں میں خشوع وآدب پیدا ہو تو جائز ہے۔ (ردالمختار، تصحیح العقائد ص۱۳۲)

۲۲۔ خانقاہوں یا قبرستان میں جہاں ایام عرس میں زائرین کا اجتماع ہوتا ہے، لوگ نماز پڑھتے ہیں، تلاوت کلام پاک کی جاتی ہے، رات

کو بیٹھ کر ذکر کیا جاتا ہے، نعت و مناقب نبویہ اور مواعظ حسنہ کی مجالس منعقد ہوتی ہیں، روشنی یا چراغاں کرنا صحیح و درست ہے تا کہ زائرین کو دشواری نہ ہو۔(از حدیث پاک روایت کردہ حضرت تمیم داریؓ، تصحیح العقائد ص ۱۳۳)

۲۳۔ حضور غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ کی روح پاک کو ایصال ثواب کی غرض سے گیارہویں شریف منعقد کرنا باعث برکت وثواب ہے۔(تصحیح العقائد ص ۱۳۵)

احمدیت کی تاریخ

فتنہ مرزائیت کے بانی کا نام مرزا قادیانی ہے۔اس کا والد مرزا غلام مرتضیٰ سکھ دربار میں ملازم تھا۔مرزا قادیانی ۱۳ فروری ۱۸۴۵ء کو ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیاں میں پیدا ہوا۔گھر پر ہی تعلیم حاصل کی اور وہ صرف عربی، فارسی اور اردو پڑھ سکتا تھا۔۱۸۶۴ء میں وہ کلرک کی حیثیت سے ڈسٹرکٹ کورٹ سیالکوٹ میں ملازم ہوا جہاں وہ چار سال کام کرتا رہا۔ بعدازاں اس نے ملازمت چھوڑی اور اپنا وقت تصنیف وتالیف اور مذاہب کے مطالعہ میں صرف کرنے لگا۔ مارچ ۱۸۸۲ء میں مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا کہ خدا کی طرف سے اسے االہام ہوا ہے۔۱۹۰۱ء میں اس نے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

قارئین کرام! جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد برصغیر پر انگریزوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔حکومت کی سرپرستی میں عیسائی مشنری نے برصغیر میں عیسائیت کی تبلیغ کی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ عیار انگریز اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ برصغیر کے مسلمان مذہب کے بارے میں بے حد حساس ہیں۔ یہ صرف اسلام ہی تھا جس نے انہیں متحد کر کے ایک عظیم طاقت بنا دیا تھا۔اس لیے انہوں نے سوچا کہ اگر کسی طرح مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کر کے ان کا شیرازہ بکھیر دیا جائے تو انہیں غلام بنانا زیادہ آسان ہو جائے گا۔

انگریزوں کو مرزا قادیانی میں وہ تمام خصوصیات مل گئیں جو مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے ضروری تھیں۔انگریزوں نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے مرزا قادیانی کو آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا۔جس وقت مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اس وقت ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت قائم ہوئے چوالیس (۴۴) سال گزر چکے تھے۔اس وقت مرزا قادیانی کی عمر چھپن (۵۶) سال تھی جب اس نے ۱۹۰۱ء میں جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔سب لوگ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ مرزا قادیانی نے انگریزوں کے اشارے پر یہ دعویٰ کیا ہے تاکہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے۔

قیام پاکستان کے بعد سرکاری سطح پر بھی اس بات کی تحقیق ہوئی اور اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا۔مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر جسٹس کیانی نے ۱۹۵۳ء میں، پنجاب کے فسادات کے متعلق اپنی رپورٹ میں، جو عام طور پر ''منیر رپورٹ'' کہلاتی ہے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

''اپنی کتاب تبلیغ رسالت (جلد ۷ صفحہ ۱۰) میں مرزا قادیانی کہتا ہے''

اپنے بچپن سے لے کر موجودہ ساٹھ سال کی عمر تک میں بڑی سنجیدگی سے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ یہ کوشش کرتا رہا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کے لیے محبت اور موانست کے جذبات پیدا ہوں۔ میں یہ بھی کوشش کرتا رہا ہوں کہ مسلمان انگریزوں کے خلاف جہاد کا نظریہ ترک کر دیں۔

شہادت القرآن میں وہ کہتا ہے:

جیسا کہ میں بار بار کہتا رہا ہوں، اسلام کے دو جزو ہیں۔ایک تو یہ کہ خدا کے حکم کی تعمیل اور دوسرا یہ کہ حکومت کے وفادار ہوں جو اپنے ساتھ امن لائی ہے اور جس نے ہمیں اس سرزمین کے ظالموں سے نجات دلائی ہے۔

ایک اور مقام پر وہ کہتا ہے:

میں نے اردو، فارسی اور عربی میں کئی کتابیں دنیا کے ملکوں کو یہ بتانے کے لیے لکھی ہیں کہ برطانیہ کے راج میں مسلمان بڑے اطمینان اور حسرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

ایک اور جگہ وہ لکھتا ہے:

میں یہ بات زور دے کر کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں صرف میرا فرقہ ایسا تھا جو برطانوی حکومت کا انتہائی وفادار اور اطاعت شعار رہا اور

کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہئے جس سے برطانوی حکومت کو اپنا کام چلانے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا ہو۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے الفضل میں اس نے لکھا ہے:

برطانوی حکومت احمدیوں کے لیے ایک نعمت اور ڈھال ہے اور صرف اسی کے سائے میں وہ پھل پھول سکتے ہیں۔ ہمارے مفادات اس حکومت کے تحت بالکل محفوظ ہیں۔ جہاں برطانوی حکومت کے قدم پہنچے ہیں ہمارے لیے اپنے عقائد کی تبلیغ کا موقع نکل آتا ہے۔

تاریخ رسالت کی جلد نمبر ۶ میں وہ کہتا ہے:

میں اپنے عقیدے کی تبلیغ مدینہ، روم، شام، ایران یا کابل میں نہیں کرسکتا، لیکن صرف اس (برطانوی) حکومت کے سائے میں کرسکتا ہوں، جس کی خوش حالی کے لیے میں ہمیشہ دعا کرتا رہتا ہوں۔

اس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ مرزا قادیانی نے محض اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لیے مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کا کھلا لائسنس حاصل کرلیا تھا۔ اپنی تحریروں میں اس نے خود اس بات کی شکایت کی ہے کہ اسے برطانوی سامراج کا ایجنٹ قرار دیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! اس کے بعد قادیانی کذاب کی خرافات اور جھوٹے دعوے بیان کیے جاتے ہیں تاکہ مسلمان بھائی اس فتنہ سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

قادیانی کذاب کے جھوٹے دعوے

قادیانی کذاب نے اپنی تصانیف میں کئی طرح کے جھوٹے دعوے کیے ہیں۔ ''ازالہ اوہام'' میں وہ کہتا ہے' میں وہ ہوں جس کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے، ''**مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔**''

ایک اور جگہ اس نے کہا ہے:

''میں مسیح موعود ہوں۔''

معیار الاخیار میں صفحہ ۱۱ پر وہ کہتا ہے'

''میں مہدی ہوں اور کئی پیغمبروں سے برتر ہوں۔''

سیالکوٹ کی تقریر میں صفحہ ۳۳ پر وہ دعویٰ کرتا ہے،

''میں مسلمانوں کے لیے مسیح اور مہدی ہوں اور ہندوؤں کے لیے کرشن۔''

حقیقت الوحی میں صفحہ ۳۹۱ پر وہ لکھتا ہے،

''میں نبی ہوں نبی کا نام صرف مجھی کو عطا کیا گیا ہے۔''

اسی کتاب میں صفحہ ۹۹ پر وہ کہتا ہے،

خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ:

''**لولاک لما خلقت الافلاک۔**''

اگر تم پیدا نہ ہوتے تو میں آسمان اور زمین تخلیق نہ کرتا۔

وہ پھر کہتا ہے:

خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ:

''**وما ارسلناکَ اِلَّا رَحْمَةً اللعالمین**''o

خدا نے تمہیں زمین پر رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۷ پر وہ مزید کہتا ہے، خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ:

''اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ''o

یقیناً تم رسول ہو۔

صفحہ۳۹پر وہ مزید کہتا ہے:

مجھے الہام ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے:

''یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا''

اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

صفحہ۱۷۹پر اس نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

کفر کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اسلام پر ہی یقین نہ رکھے اور رسول پاک حضرت محمد ﷺ کو خدا کا پیغمبر تصور نہ کرے۔ کفر کی ایک دوسری شکل یہ ہے کہ کوئی شخص مسیح موعود پر ایمان نہ لائے اور اس کی صداقت کا قطعی ثبوت مل جانے کے باوجود اسے جعلساز قرار دے۔ حالانکہ خدا اور اس کا رسول اس کی حقانیت کی گواہی دے چکے ہیں اور جس کے متعلق سابق پیغمبروں کے مقدس صحیفوں میں بھی تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ جو خدا اور اس کے پیغمبر کا فرمان مسترد کرتا ہے وہ کافر ہے۔ غور کیا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی زمرے میں آتے ہیں۔

حقیقت الوحی کے صفحہ۱۶۳پر وہ کہتا ہے،

''جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔''

مرزا قادیانی مزید کہتا ہے:

میرے ذریعہ خدا نے اپنا چہرہ لوگوں کو دکھایا ہے۔ چنانچہ اے لوگو جو رہنمائی کے طالب ہو اپنے تئیں میرے دروازے پر پہنچاؤ۔

خدا نے مجھ پر کشف کیا ہے کہ جو شخص میری پیروی نہیں کرتا اور میرے حلقے میں داخل نہیں ہوتا اور میرا مخالف رہتا ہے وہ خدا اور رسول کا باغی تصور کیا جائے گا اور جہنم کا مستحق ہوگا۔

خدا نے مجھ سے کلام کیا ہے۔ اس دور میں خدا کے خلاف حسد پچھلے سارے زمانوں سے زیادہ پھیل گیا ہے۔ کیونکہ متذکرہ رسول کی اہمیت اب بہت کم ہوگئی ہے۔ اس لیے خدا نے مسیح مدعود کے طور پر مجھے بھیجا ہے۔

اس نے ایک اور جگہ اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جسے پیغمبر اعظم نے نبی اللہ قرار دیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق نبی ہوں اور اس حقیقت کا انکار گناہ ہے۔ میں اس سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں جب خداوند تعالیٰ نے خود نبوت کا منصب مجھے عطا کیا ہے۔ میں اپنی زندگی کے آخری سانس تک اس یقین پر قائم رہوں گا۔ خدا نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ اے احمد ہم نے تمہیں نبی بنایا ہے۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھوں میں میری زندگی ہے کہ اس نے خود مجھے بھیجا ہے اور اس نے خود مجھے نبی بنایا ہے۔

خدا نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ ہر وہ شخص جس تک میرا پیغام پہنچے اور وہ مجھے قبول نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

اب یہ خدا کی مرضی ہے کہ مسلمانوں میں سے جو مجھ سے دور ہیں انہیں تباہ کردیا جائے گا خواہ وہ بادشاہ ہوں یا رعایا۔ میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ وہ انکشاف ہے جو خدا نے مجھ پر کیا ہے۔

''فتاویٰ احمدیہ'' جلد ا صفحہ ۱۸ میں مرزا قادیانی کہتا ہے،

ان لوگوں کے پیچھے نماز مت پڑھو جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتے۔

اس کی دوسری جلد کے صفحہ ۷ پر وہ کہتا ہے،

اپنی بیٹیاں ان لوگوں کے نکاح میں نہ دو جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتے۔

انوار خلافت میں صفحہ ۸۹ پر وہ کہتا ہے،

کسی ایسے شخص کی نماز جنازہ مت پڑھو جو مسیح موعود پر ایمان نہیں رکھتا۔

انجام اتہام (ضمیمہ) میں وہ کہتا ہے،

یسوع مسیح کی تین نانیاں اور تین دادیاں طوائف تھیں۔

''تذکرہ شہادتین'' میں صفحہ ۶۴ پر مرزا قادیانی کہتا ہے،

''وہ وقت آنے والا ہے بلکہ آن پہنچا ہے جب یہ واحد مذہب ہوگا جس کی سب پیروی کریں گے۔ خدا اس مذہب اور اس تحریک پر اپنی غیر معمولی رحمتیں نازل فرمائے گا اور ہر اس شخص کو ختم کردے گا جو اس کے خلاف معاندانہ عزائم رکھتا ہے۔ روئے زمین پر صرف ایک مذہب اور ایک رہنما باقی رہ جائے گا۔ میں صرف بیج بونے کے لیے آیا ہوں اور میں اپنا کام کر چکا ہوں۔ یہ بیج اب بڑھ کر درخت بنے گا اور پھل لائے گا۔ اور کوئی اس کے نمو کو روک نہیں سکے گا۔''

''تحفہ گولڑیہ'' میں مرزا قادیانی کہتا ہے'

''وقت آنے والا ہے بلکہ آ پہنچا ہے جب یہ تحریک عالمگیر بن جائے گی اور اسلام اور احمدیت ایک دوسرے کے مترادف بن جائیں گے۔ یہ خدا کی طرف سے انکشاف ہے جس کے لیے کوئی بھی چیز ناممکن نہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، بائبل، دانیال اور دوسرے پیغمبروں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں لفظ پیغمبر کا اطلاق مجھ پر ہوتا ہے۔''

''دفاع البلا'' میں صفحہ ۱۳ پر وہ کہتا ہے،

''میں امام حسین سے برتر ہوں۔''

''آئینہ کمالات'' میں وہ کہتا ہے،

''میں نے اپنے تئیں خدا کے طور پر دیکھا ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور میں نے آسمان کو تخلیق کیا ہے۔''

''الفضل'' میں ایک مقام پر وہ کہتا ہے،

''جو شخص موسیٰ پر یقین رکھتا ہے لیکن عیسیٰ کو نہیں مانتا یا جو عیسیٰ پر یقین رکھتا ہے لیکن محمد کو نہیں مانتا جو محمد پر یقین رکھتا ہے لیکن مسیح موعود کو نہیں مانتا یقیناً وہ نہ صرف کافر ہے بلکہ دائرہ اسلام ہی سے خارج ہے۔''

مرزا قادیانی کذاب کہتا ہے کہ یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ لیکن ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ وہ صلیب سے زندہ اتر آئے اور کشمیر چلے گئے جہاں ان کی طبعی موت واقع ہوئی۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوسرے مشن کی تکمیل یوں نہیں ہوگی کہ وہ شخصی طور پر دنیا میں آئیں گے بلکہ ان کی روح ایک دوسرے شخص کے جسم میں حلول کر جائے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ دوسرا روپ مرزا قادیانی خود ہے۔

درج بالا بیان میں قادیانی کذاب نے مندرجہ ذیل قرآنی آیات میں بیان کئے گئے اسلامی عقیدے کا واضح طور پر انکار کیا ہے۔ قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) سورۃ الزخرف میں ارشاد ربانی ہے۔

اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی جائے جبھی تمہارے لوگ اس سے ہنسنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ۔ انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق کے جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ۔ وہ تو نہیں مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا اور ہم نے بنی اسرائیل کے لیے عجیب نمونہ بنایا اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے اور بے شک عیسیٰ قیامت کی خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرے پیرو ہونا یہ سیدھی راہ ہے۔ (۴۳:۵۷۔۶۱)

آل عمران میں اللہ تعالیٰ ارشاد ربانی ہے:

اور یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کر

دوں گا اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا۔ پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آ ؤ گے تو میں تم میں فیصلہ فرما دوں گا جس بات پر جھگڑتے ہو۔(سورۃ آل عمران:۵۵)

سورۃ النساء میں ارشاد ربانی ہے:

اوران کے اس کہنے پر کہ ہم نے شہید کیا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ شبہے میں پڑے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر مگر اندازے پر چلتے ہیں اور اس کو مارا نہیں بیشک بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اور ہے اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا۔(سورۃ النساء:۱۵۷۔۱۵۸)

سورۃ النساء میں مسلمان ہونے کی شرائط درج کی گئی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے ایمان والو تم ایمان رکھو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا۔(سورۃ النساء:۱۳۶)

قرآن مجید کی متذکرہ بالا آیت میں واضح طور پر سابق پیغمبروں، آسمانی صحیفوں اور رسول پاک ﷺ اور ان کی کتاب کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کا شرط ماننا ایمان ہے اور ان عقائد کا انکار کفر ہے۔

متعدد قرآنی آیات واحادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں اور ان پر جو کتاب نازل ہوئی وہ آخری کتاب ہے۔یہی بات سورۃ احزاب میں زیادہ زور دے کر کہی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

محمد ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور خاتم النبین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (سورۃ الاحزاب:۴۰)

ختم نبوت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل تین احادیث مبارک بھی ملاحظہ فرمالیں۔حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

(ا) جب بنی اسرائیل میں کسی نبی کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ گیا۔لیکن میرا کوئی جانشین نہیں ہوگا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔(بخاری شریف)

(ب) رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔میرے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں آئے گا۔(ترمذی شریف،کتاب''احمدی مسلمان نہیں''،ص۲۵)

(ج) میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔(ابن ماجہ،احمدی مسلمان نہیں،ص۲۵)

قارئین کرام! مندرجہ بالا حوالہ جات کی رو سے ثابت ہے کہ

۱۔ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

۲۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کیں خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ وطاہرہ صدیقہ مریم کی شان جلیل میں بیہودہ کلمات استعمال کیے۔

۳۔ قرآنی آیات کا انکار کیا اور ان کی نہایت غلط تشریح کی۔

۴۔ عقیدہ ختم نبوت کا انکار کیا۔

بے شک تمام علمائے امت محمدیہ کا اس بات پہ اجماع ہے کہ

مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے سب کے سب کافر ہیں اور جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

عقائدِ نظامیہ

تحقیق وتالیف

حضور فخر الاولیاء خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی

ترجمہ

ڈاکٹر محمود علی انجم

تحقیق وتالیف وپیشکش:۔

(ایم اے، ایم ایس سی نفسیات، ایم سی ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی اقبالیات)

(صوفی سائیکوتھراپسٹ، گائیڈوکونسلر، محقق، مصنف، مترجم، پبلشر، ایڈیٹر)

ریسرچ سکالر (اسلامیات، تصوف، اقبالیات، اردو، نفسیات وروحی علوم)

سابق پرنسپل ''چشتیہ کالج، فیصل آباد''

ایڈیٹر ''ماہنامہ نورِذات'' رجسٹرڈ، منظور شدہ

پروپرائٹر ''نورِذات پبلشرز''، لاہور

نورِذات پبلشرز، لاہور

Mobile & Whats App: 0321-6672557 Email: Anjum560@gmail.com

حضرت شاہ فخر الدین دہلویؒ

یہ تاریخ کے اس دور کی بات ہے جب بقول حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دہلی کا یہ عالم تھا کہ جس طرف نکل جاتے تھے اس میں مدارس نظر آتے تھے اور وہاں ہر طرف درس وتدریس کا سلسلہ جاری تھا۔

اس وقت دہلی کے دو مدرسے بہت مشہور تھے بلکہ یوں کہہ لیں کہ یہ دونوں مدرسے دلی کی جان تھے۔ایک حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ رحیمیہ اور دوسرا حضرت فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ تھا جو کہ اجمیری دروازہ کے قریب واقع تھا۔

یہ حضرت فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نوعمری کا دور ہے۔آپ دکن سے کسی روحانی اشارے پر یہاں دہلی آ کر اقامت گزیں ہوئے اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔تقریباً نصف صدی قبل آپ کے والد شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی کے ایک مشہور بزرگ حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (اپنے اس عزیز ترین خلیفہ کو) دکن میں تبلیغ واصلاح کے کام کے لیے بھیجا تھا۔ آج شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ فرزند علم وعرفان کی شمع جلانے کے لیے دکن کو چھوڑ کر دہلی تشریف لے آئے۔دور دور سے لوگ پروانوں کی طرح کھچ کر آپ کے گرد جمع ہو گئے۔آپ کی چتون میں غضب کا جادو بھرا تھا کہ جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لیتے وہ آپ کا ہو جاتا۔جب حدیث کا درس دینا شروع کرتے تو سننے والوں کے دل علم وعرفان کی روشنی سے چمکنا شروع ہو جاتے۔

شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۱۷ء کو بمقام اورنگ آباد پیدا ہوئے۔جب حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے عزیز مرید شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بیٹا پیدا ہونے کی خبر پہنچی تو آپ بہت خوش ہوئے۔فخر الدین نام تجویز کیا (مناقب فخریہ قلمی ص۸) اور اپنا ملبوس خاص نومولود کے لیے عنایت فرمایا۔ساتھ ہی ساتھ اس بچہ کے شاندار مستقبل کی بشارت دی۔

حضرت شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ باپ کی جانب سے صدیقی تھے اور ماں کی جانب سے سید۔ان کی والدہ جن کا نام سید بیگم تھا حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تھیں۔(شجرۃ الانوار قلمی)

شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چار بھائی اور ایک بہن تھی۔ایک بھائی حقیقی تھے باقی سوتیلے۔بڑے بھائی خواجہ کامگار خاں کے مرید تھے۔باقی تینوں بھائی شاہ فخر رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔(مناقب فخریہ قلمی ص۹)

شاہ فخر پاک رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بہن بھائیوں سے بڑی محبت تھی۔اپنی بہن کو ''اما'' کہا کرتے تھے۔بڑے بھائی کا جب انتقال ہوا تو نہایت رنجیدہ اور غمگین ہوئے۔(فخر الطالبین ص۶۰)

آپ کی تعلیم نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی۔آپ کے والد ماجد خود بڑے ذی علم بزرگ تھے۔انہوں نے اپنے اس بیٹے کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا اور اس زمانے کے نہایت ہی مشہور علماء سے ان کی تعلیم کی تکمیل کرائی۔(تکملہ سیر الاولیاء،ص۱۰۶)

آپ کے والد ماجد کو آپ سے بیحد محبت تھی۔اس لیے اصلاح باطن کی جانب خاص توجہ فرماتے تھے۔بچپن ہی میں آپ کو مرید کر لیا تھا۔(مناقب فخریہ قلمی،ص۲۱)

والد محترم کے انتقال کے وقت آپ کی عمر ۱۶ سال کی تھی۔انتقال کے وقت انہوں نے قاضی کریم الدین کے ذریعے اپنے جگر گوشے کو پاس بلوایا اور دیر تک اپنے سینہ مبارک سے چسپاں رکھ کر اپنی تمام باطنی نعمتیں ان کے سینے میں منتقل کر دیں۔اس کے بعد ان کی روح پرفتوح عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔(فخر الطالبین قلمی،ص۱۰)

آپ نے ابھی تکمیل علوم نہیں کی تھی۔والد محترم کے وصال کے تین سال بعد تک تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔

تعلیم سے فراغت پانے کے بعد باپ کے سجادہ پر بیٹھنے کے بجائے آپ نے لشکر میں ملازمت کر لی۔لیکن درویشی فطرت کا تقاضہ تھا۔اس لیے اس کو کسی طرح نہ ٹال سکتے تھے۔اگر دن تیغ وسناں کی جھنکاروں میں گزرتا تھا تو رات رکوع وسجود میں۔مناقب فخریہ میں لکھا

ہے کہ شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ تمام تمام رات خیمہ میں عبادت کرتے رہتے تھے۔ آپ کو اس زمانے میں اخفائے حال کی بڑی فکر رہتی تھی۔ آپ انتہائی سخت ریاضت اور محنت کرتے تھے لیکن کسی کو اس کی خبر تک نہ ہوتی تھی۔ جو لوگ آپ کی ظاہری حالت کو دیکھتے تھے وہ کبھی اس بات کا گمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ یہ شخص اس قدر اعلیٰ روحانی مراتب طے کر چکا ہے۔

لشکر میں گو آپ نے اپنے کمالات کو پوشیدہ رکھنے کی انتہائی کوشش کی لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔ جب شہرت بڑھنے لگی تو آپ لشکر کو چھوڑ کر اورنگ آباد چلے گئے۔

اورنگ آباد پہنچ کر آپ اپنے والد کے سجادہ مشیخت پر جلوہ افروز ہوگئے۔ اس زمانے میں بھی آپ کا یہ اصول تھا کہ حتی المقدور اظہار حال سے گریز فرماتے تھے اور اپنے کمالات کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن جس خانقاہ اور سجادہ سے آپ متعلق تھے وہاں اخفائے حال آسان نہ تھا۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو آپ کے کمالات باطنی اور ریاضات شاقہ کا علم ہوا اور ساتھ ہی ساتھ عقیدت مندوں کا ہجوم بڑھنا شروع ہوگیا۔ اپنے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اشارے پر آپ دہلی روانہ ہوگئے۔ دہلی میں ایک بڑھیا نے آپ کو اپنے یہاں ٹھہرایا۔ یہاں مکان کے قریب ایک بت خانہ تھا۔ ہندو بھی آپ سے عقیدت مندی کا اظہار کرنے لگے۔ (مناقب فخریہ، ص ۱۸)

یہاں سے چلے تو حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور وہاں کی مسجد میں معتکف ہوگئے۔ (مناقب فخریہ، ص ۲۰)

پھر اپنے سلسلہ کے دیگر بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہوتے ہوئے حضرت شاہ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پہنچے۔ شاہ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند نہایت محبت سے پیش آئے۔ تین دن تک ان کے مہمان رہے۔ اس کے بعد کٹرہ پہلیل میں ایک حویلی کرائے پر لے لی۔ آپ نے یہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

یہاں بیعت کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔ دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا اور شاہ کلیم اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کا بزرگ دہلی میں غیر معروف اور گمنام نہیں رہ سکتا تھا۔ دہلی کے باشندے دونوں بزرگوں سے عقیدت اور ارادت رکھتے تھے۔ یہیں قیام کے زمانے میں شیخ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ (جنہوں نے اٹھاویں صدی میں سلسلہ چشتیہ کو پنجاب میں پروان چڑھایا۔) آپ کے حلقہ مریدین میں شامل ہوئے۔ (مناقب فخریہ، ص ۲۰)

دہلی آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پاک پتن شریف کا ارادہ فرمایا۔ دکن سے روانگی کے وقت انہوں نے اجمیر شریف میں قیام کیا تھا۔ دہلی میں اپنے سلسلے کے سب بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہو چکے تھے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری نہ ہوئی تھی۔ اس لیے پاک پتن شریف کا ارادہ فرمایا۔ پاک پتن شریف کا یہ سفر آپ نے جس طرح پورا کیا وہ عقیدت وارادت کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔

پاک پتن شریف میں شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے۔ انہوں نے نہایت محبت کا برتاؤ کیا۔ شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ مزار اقدس کے قریب ایک حجرہ میں ٹھہر گئے اور عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ یہاں ہر شب کو ایک ہزار رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔
(تکملہ سیر الاولیاء، ص ۱۱۲)

پاک پتن سے جب واپسی ہوئی تو راستے میں فرمانے لگے کہ دکن کی طرف سے دل میں کچھ تشویش سی پیدا ہو رہی ہے۔ چند ہی دن میں معلوم ہوگیا کہ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ جن سے شاہ صاحبؒ کو روحانی تعلق تھا شہید کر دئے گئے۔

دہلی واپسی پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دن کٹرہ پہلیل ہی میں گزارے۔ اس کے بعد اجمیری دروازہ کے مدرسہ میں منتقل ہوگئے اور وہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مدرسہ میں بیٹھ کر صرف چند درسی کتابوں کو پڑھانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حقائق ومعارف کے دریا بہا دیے۔ حضرت شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تین کتابیں تصنیف فرمائیں تھیں۔

(۱) نظام العقائد (۲) رسالہ مرجیہ (۳) فخر الحسن

نظام العقائد، علم عقائد پر ہے۔اس میں نہایت عمدگی اور اختصار سے اسلام کے بنیادی عقائد پر بحث کی گئی ہے سبب تالیف یہ بتایا ہے، کہ پاک پتن میں بعض اعزہ واحباب نے اصرار کیا کہ عقائد اہل سنت والجماعت کو بموجب مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ صاف عبارت میں بیان کیا جائے۔تعمیل میں یہ کتاب لکھی گئی۔طرز بیان سادہ اور دل کش ہے۔زیر نظر کتاب یہی جلیل القدر تصنیف ہے۔

رسالہ مرجیہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین کے ایک بیان کی تشریح میں لکھا گیا ہے۔

تیسری کتاب فخر الحسن ہے جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بیان کی تردید میں لکھی تھی۔شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتباہ میں یہ اعتراض کیا تھا کہ چشتیہ سلسلہ حضرت علیؓ تک متصل نہیں ہوتا کیونکہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت علیؓ کے زمانے میں بہت کم عمر تھے اور کم عمری میں ان کو روحانی خلافت کس طرح مل سکتی تھی۔

شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ''فخر الحسن'' میں اس بیان کی تردید کی ہے اور محدثانہ کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت ملی تھی اور یہ اعتراض غلط ہے۔شاہ فخر رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔مولانا عبدالعلی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس رسالے کو دیکھا تو فرمایا کہ حسن اعتقاد کے ساتھ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ بزرگوں نے لکھا ہے حق ہے لیکن یہ تحقیق جو مولانا نے کی ہے، ہم کو معلوم نہ تھی۔(مناقب حافظیہ،ص۲۰۷)

محبّ النبی حضرت شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے پرائے، مسلم وغیر مسلم بے حد متاثر تھے۔آپ ہر ایک سے نہایت تکریم سے پیش آتے تھے اور تمام زندگی ذکر وفکر، تعلیم وتدریس اور خدمت خلق میں بسر فرمائی۔

آپ نے ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو ۷۳ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔وصال سے ایک دن قبل زبان پر مثنوی کا یہ شعر تھا ؎

وقت آن آمد کہ من عریاں شوم
چشم بگزارم سراسر جاں شوم

آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمہ عقائدِ نظامیہ

دیباچہ

اللہ تعالیٰ خالق و ودود جل شانہ کی بے حد تعریف اور بے شمار ثنا ہے۔ محمود کونین اور رسول الثقلین ﷺ پر بے حد درود۔ آپ کا اسم گرامی محمد مصطفےٰ ﷺ ہے اور آپ ﷺ کی آل و اصحاب پر بے حد درود ہو۔

رئیس السالکین، شیخ المشائخ، تاج الواصلین، فخر العاشقین حضرت نظام الدین اورنگ آبادی قدس سرہ العزیز بندہ بے مایہ محمد فخر الدین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے والد محترم بھی ہیں اور مرشد حقیقی بھی۔ بندہ عاجز قدوۃ العارفین، حریق المحبۃ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مخدوم فرید الدین شکر بار مسعود اجودھنی کے مزار اقدس پہ حاضری کی سعادت سے بہرہ مند ہوا۔ یہ زیارت حق کے طلبگاروں کے حق میں کبریت احمر (اکسیر) ہے۔ خدائے برتر ان کے لطف خفی و جلی سے میری مدد کرے۔ درگاہ پاک پتن کے اکثر اعزہ نے نہایت کرم و عنایت سے ارشاد فرمایا کہ اہل سنت و جماعت فقہ حنفی کے عقیدے آسان عبارت میں تحریر کر دیں۔ آپ کی یہ تصنیف حضور باوا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے طور پر ہمیشہ یاد رہے گی۔ مسائل کے اختلاف کے سبب اس قدر استطاعت نہیں پاتا تھا کہ عقائد کا مجموعہ تحریر کر سکوں۔ اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ عالی قدر حضرات کا حکم نہ مانوں۔ اس لیے فرشتہ عادات، قدسی صفات مخلوق کو سیدھی راہ چلانے والے، دین مضبوط کے راستوں میں لوگو کے ارشاد کرنے والے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''فقہ اکبر'' سے استفادہ کیا اور اس میں درج عقائد آسان عبارت میں تحریر کیے۔ اس تصنیف کا ایک اور مقصد یہ بھی ہے کہ جو کوئی بھی اس کتاب سے استفادہ کرے بندہ ناچیز کے لیے پیروی سنت نبوی ﷺ اور خیریت خاتمہ کی دعا کر کے بندہ کو افتخار بخشے۔ امید ہے کہ اگر کوئی غلطی یا نسیان نظر میں آجائے تو اس حکم کے مطابق کہ العنو عند کرام الناس مامول ''بزرگ لوگوں کے نزدیک معافی کی امید ہے'' معاف فرما کر غلطی درست فرما دیں گے۔

عقائدِ نظامیہ

۱۔ توحید کی اصل اور عقائد کی صحیح بنیاد یہ ہے کہ زبان سے اقرار کیا جائے اور دل سے تصدیق کی جائے کہ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں۔ میں ایمان لایا فرشتوں پر کہ وہ حق تعالیٰ کے بندے ہیں، گناہوں اور نافرمانیوں سے پاک ہیں اور مرد اور عورت ہونے سے پاک ہیں۔ میں ایمان لایا حق تعالیٰ کی کتابوں پر جیسے توریت، انجیل، زبور، قرآن مجید اور دیگر صحیفے کہ جن کا شمار مقرر نہیں۔ میں ایمان لایا تمام نبیوں اور رسولوں پر۔ میں ایمان لایا مرنے کے بعد زندہ ہونے پر اور قیامت پر۔ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی اور بدی کے اندازہ کر دینے پر یعنی تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے زمان و مکان کا پابند کیا اور ہر ایک کے ساتھ بھلائی و برائی اور نفع و نقصان کا اندازہ تقدیر کی شکل میں مقرر فرما دیا۔

۲۔ ہر ایک کاموں کے حساب کا دن، عملوں کا ترازو، بہشت اور دوزخ، پل صراط اور حوض کوثر حق ہے۔

۳۔ حق تعالیٰ ایک ہے نہ ایسا کہ گنتی کی طرح کہ اس کے بعد دوسرے کا وہم پیدا ہو یعنی اس کی ذات اور صفات میں کوئی بھی اس کا شریک

نہیں ہے۔

۴۔ مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں ہے۔نعیم ابن حماد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق سے کسی کے ساتھ مشابہ کیا یا اس کی مخلوق میں سے کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی تو اس نے یقیناً کفر کیا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی و فعلی صفات اور ناموں کے ساتھ ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔اس کی ذاتی صفتیں سات ہیں یعنی صفت حیات (زندہ ہے زندہ کرنے والا ہے) صفت قدرت (قادر ہونا)، صفت علم (جاننا)، صفت کلام (بولنا)، صفت سمع (سننا)، صفت بصر (دیکھنا)، صفت ارادت (قصد و ارادہ کرنا)۔

اس کی فعلی صفتیں تخلیق (پیدا کرنا)، ترزیق (رزق دینا)، انشاء (مادہ سے بنانا)، ابداع (بغیر مادہ کے بنانا) صنع (کاریگری) اور اس کے سوائے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفتیں سب کی سب ازلی یعنی ہمیشہ کی ہیں جن کی ابتداء نہیں اور ابدی یعنی ہمیشہ تک ہیں جن کی انتہا نہیں ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے صفتیں ازلی ہیں یعنی وہ ہمیشہ سے عالم (جاننے والا)، متکلم (کلام کرنے والا)، قادر (قدرت والا)، خالق (پیدا کرنے والا)، فاعل (جو چاہے کرنے والا) ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ عدم یعنی نہ ہونے سے پاک ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔اسے کسی نے پیدا نہیں کیا بلکہ اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے۔شریعت کی اصطلاح میں یہ بات یوں کہی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل، خالق اور قدیم ہے۔اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا کیا اسے حادث اور مخلوق کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہر شے جو کہ پیدا ہوئی اور اسے وجود عطا ہوا مخلوق اور حادث کہلاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا فعل بھی دوسری صفات کی طرح قدیم ہے۔

۹۔ حق تعالیٰ کی سب صفتیں ازلی ہیں حادث اور مخلوق نہیں ہیں۔جس نے ذرا سا بھی شک سے یا یقین سے کہا کہ حق تعالیٰ کی صفتیں مخلوق ہیں یا حادث ہیں تو وہ کافر ہے۔

۱۰۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نفسی ہے جیسا کتابوں میں سے یہ سب سے زیادہ شان والی کتاب ہے۔قرآن حکیم نقوش اور حروف کے واسطہ سے ہاتھوں سے کلموں کی صورت میں لکھا گیا ہے۔اور خیالی لفظوں کی شکل میں حفظ کیا جاتا اور پڑھا جاتا ہے۔ یہ مختلف حالات میں نبی کریم ﷺ پر حروف اور لفظوں کے وسیلہ سے نازل ہوا ہے۔

۱۱۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ قرآن حکیم الفاظ کی شکل میں لکھنے، پڑھنے یا حفظ کرنے کے لحاظ سے مخلوق ہے کیونکہ کہنا، لکھنا اور پڑھنا سب بندوں کے افعال ہیں اور مخلوق کا فعل مخلوق ہے۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کا کلام نفسی یعنی قرآن مجید غیر مخلوق ہے۔اللہ تعالیٰ کا کلام نفسی کتابوں اور دلوں میں یا زبانوں پر لکھنے سے، اشارے سے یا کسی اور طرح بھی حلول نہیں کرتا۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خبروں کی نسبت، حضرت موسیٰ اور تمام انبیاء صلوٰۃ اللہ علیٰ نبینا و علیہم السلام کے آثار کی نسبت، فرعون اور ابلیس کی نسبت جو بھی ذکر فرمایا وہ سارا کا سارا اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم اور غیر مخلوق ہے۔

۱۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، تمام نبیوں، رسولوں اور مقرب فرشتوں کا اللہ تعالیٰ سے کلام مخلوق اور حادث ہے۔

۱۵۔ قرآن مجید حقیقت میں حق تعالیٰ کا کلام ہے نہ کہ مجازی طور پر۔ پس قرآن مجید حق تعالیٰ کی ذات کی طرح قدیم ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

...... كَلَّمَ اللّٰهُ مُوسىٰ تَكْلِيماًo (سورۃ النساء:۱۶۴)

اللہ تعالیٰ نے کلام کیا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنا۔

۱۶۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا متکلم ہونا بھی صفت ازلی ہے اور یہ کلام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہ تھا بلکہ اصل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

۱۷۔ بے شک اللہ تعالیٰ ازل میں مخلوق پیدا کرنے سے پہلے بھی خالق تھا۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے کلام قدیم کے ساتھ کلام کیا اور حق تعالیٰ کا وہ قدیم کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلقت سے پہلے کا تھا۔

۱۹۔ حق تعالیٰ کی ساری صفتیں مخلوقات کی صفتوں کے برخلاف واقع ہوئی ہیں۔مخلوق کی صفتیں کسی طرح بھی اس ذات پاک کے مشابہ نہیں ہیں اگرچہ صرف نام کا اشتراک واقع ہے۔

۲۰۔ اللہ تعالیٰ چیزوں کی حقیقتوں کو، ان کی کلیات وجزئیات کو اور ان کے ظاہر و باطن کو علم ذاتی سے جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم ازلی اور ابدی ہے۔اللہ تعالیٰ کا جاننا ہمارے جاننے کی طرح نہیں ہے۔کیونکہ ہم چیزوں کو اپنی عقل، علم اور حواس سے جانتے ہیں۔ہم ہر شے کی پہچان کے لیے اس کے جسم، شکل، رنگ، بو، اور سمت وغیرہ کے علم کے محتاج ہیں۔

۲۱۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت ہماری قدرت کی طرح نہیں ہے۔اس کی قدرت قدیم ہے۔وہ کسی آلے، واسطے، وسیلے اور کسی کی شراکت کا محتاج نہیں ہے۔ہم اس طرح قادر نہیں ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ہمیں بعض چیزوں پر قدرت بخشی گئی ہے۔اس میں بھی ہمیں کسی آلے، واسطے، وسیلے، شراکت اور کسی کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۲۔ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اور سننا ہمارے دیکھنے اور سننے کی مانند نہیں ہے کیونکہ ہم دیکھنے کے لیے آنکھوں، شکلوں، رنگوں اور سننے کے لیے کانوں، آوازوں، الفاظ وحروف اور بولنے کے لیے زبان، قوت، عقل وعلم کے محتاج ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنی اصلی دائمی نظر سے شکلوں، رنگوں اور مختلف صورتوں کو دیکھتا ہے اور آوازوں، حروف، الفاظ اور جملوں کو اپنی سماعت سے سنتا ہے۔دیگر صفات کی طرح سننا بھی اس کی ازلی صفت ہے۔اللہ تعالیٰ بغیر واسطہ، وسیلہ، ذریعہ کے اور کائنات ومخلوقات میں بغیر کسی کی شراکت کے سنتا ہے۔دیکھی ہوئی اور سنی ہوئی اشیاء حادث اور مخلوق ہیں۔

۲۳۔ اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا ہمارے کلام کی طرح نہیں ہے کیونکہ ہم حلق، زبان، ہونٹ، دانت اور حروف سے کلام کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے کمال سے بغیر وسیلہ اور حروف کے کلام کرتا ہے۔

۲۴۔ اللہ تعالیٰ کا کلام اس ذات کی طرح قدیم ہے۔حروف آلات کی طرح مخلوق ہیں۔

۲۵۔ اللہ تعالیٰ برتر اور صاحب برکت ہے، ذات وصفات کے ساتھ موجود ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کی رو سے پیدا کی گئی چیزوں کے مانند نہیں ہے۔حق تعالیٰ کے شے ہونے کا مطلب دیگر اشیاء کی مانند نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا کیا ہے ان کے لیے جسم، عرض اور جوہر (بناوٹ کی بنیادی اکائی) لازمی طور پر پائی جاتی ہے لیکن ذات حق تعالیٰ کے وجود وہستی کا اثبات بغیر جسم، بغیر عرض اور جوہر کے ہے۔حق تعالیٰ ان سب سے پاک ہے۔اس کا ذات میں اور تمام صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔

۲۶۔ حق تعالیٰ کی حد اور انتہا نہیں ہے۔اس کی ضد، اس سے جھگڑنے والا اور اسے کسی بھی کام سے منع کرنے والا نہ کوئی ابتدا میں ہے اور نہ انتہا میں ہے۔حق تعالیٰ کے لیے کوئی شبیہ وشکل بھی نہیں ہے۔

۲۷۔ حق تعالیٰ کے ہاتھ، روئے مبارک اور نفس مبارک یعنی پاک ذات ہے جیسا اس کی ذات کے لائق ہے۔ان باتوں کا قرآن حکیم میں ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے روئے مبارک کی نسبت قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے،

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ الخ (سورۃ القصص:۸۸)

ہر شے ہلاک ہونے والی ہے مگر روئے مبارک اس کا (ختم نہ ہوگا)۔

دست قدرت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے،

...... **يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ**......(سورۃ الفتح:۱۰)

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔
اور نفس (ذات پاک) کی بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بابت بطور حکایت ہے۔
تَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِیۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِکَ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِo (سورۃ المائدۃ:۱۱۶)
تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور جو تیرے جی میں ہے وہ میں نہیں جانتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی تمام صفتیں بلا کیف ہیں۔کیف سے مراد ہے کیفیت وحالت یعنی کوئی شے کیسی ہے؟ اس کا رنگ، حجم، جسامت، بناوٹ، بو کیسی ہے؟ یہ شے کیوں کر موجود ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔کسی محدود شے کی تو کیفیت بیان کی جاسکتی ہے لیکن لامحدود اور قدیم ذات باری تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور تمام صفات بلا کیف ہیں۔

۲۸۔ مذکورہ بالا صفات والفاظ کی تشریح کر کے یوں نہ کہنا چاہیے جیسا کہ قدریہ فرقہ اور معتزلہ فرقہ کے لوگوں نے کہا کہ ''ید'' سے مراد قدرت ہے یا نعمت حق ہے۔اس طرح کی وضاحت سے اللہ تعالیٰ کی صفت کا انکار ہوتا ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ''قدرت'' کی طرح ''ید یعنی ہاتھ'' بھی ایک صفت حق ہے۔اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ویسا نہیں ہے جیسا کہ مخلوق کے ہاتھ ہوتے ہیں۔ہم حق تعالیٰ کی اس صفت کو بھی دیگر صفات اور ذات کی طرح بلا کیف ایک صفت حق جانتے ہیں۔

۲۹۔ حق تعالیٰ کا غضب اور اس کی رضا اس کی صفات میں سے دو صفتیں ہیں لیکن دوسری صفات کی طرح بلا کیف ہیں۔

۳۰۔ حق تعالیٰ نے تمام اشیاء کو بغیر مادہ کے پیدا کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:
......**خَلَقَ کُلِّ شَیۡءٍ** (سورۃ الانعام:۱۰۲)
ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔
ہر چیز کی ابتداء بغیر مادہ کے ہوئی۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زندگی سے زندگی کا سلسلہ جاری فرمادیا۔وہ ہر شے پر قادر ہے۔

۳۱۔ تفسیر حسینی میں بیان کیے گئے عقیدے کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو ازل میں اشیاء کے وجود سے پہلے جانتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے علم، ارادہ اور حکم سے اشیاء کو مقدر کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے اور اس علم سے تعلق رکھنے والی بعض باتیں حادث ہیں جیسا کہ واضح حکم ربی اس بات کا ثبوت ہے۔سورۃ سبا میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
لَا یَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَلَاۤ اَصۡغَرُ مِنۡ ذٰلِکَ وَلَاۤ اَکۡبَرُ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍo
(سورۃ سبا:۳)
اور اس سے چھپا نہیں رہتا ہے ذرہ برابر آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں ہے اس سے خوردتر اور نہ اس سے بزرگ تر مگر یہ کہ لکھا ہوا ہے کتاب روشن میں یعنی لوح محفوظ میں۔

۳۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شے اپنے ارادے، علم اور حکم سے پیدا فرمائی۔اس نے ہر شے ایک اندازے (قدر) پر پیدا فرمائی اور یہ اندازہ اس نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔جو لکھا ہے وہ قضا کے موافق ہوگا نہ کہ امر کی وجہ پر کیونکہ امر کرتا تو اسی وقت وجود میں آجاتا۔قضا وقدر اس کے اجمالی اور تفصیلی حکم ہیں۔مشیت سے مراد حق تعالیٰ کا ارادہ ہے جس کا ہر موجود اور حادث شے سے تعلق ہے۔حق تعالیٰ کی یہ صفت بھی بلا کیف اور ازلی ہے۔

۳۳۔ حق تعالیٰ ہر اس شے کو جانتا ہے جو پیدا ہو چکی ہے اور ہر اس شے کو بھی جانتا ہے جو عدم میں ہے۔یہ بھی جانتا ہے کہ وہ شے کب، کہاں اور کیسے پیدا ہوگی۔

۳۴۔ اللہ تعالیٰ ہر شے جو پیدا ہو چکی ہے اسے جانتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ شے کیسے فنا ہوگی۔

۳۵۔ اٹھنا، بیٹھنا اور حالت کی تبدیلی وتغیر کا تعلق مخلوقات سے ہے۔حق تعالیٰ کا ازلی علم غیر متغیر ہے۔یہ موجود (مخلوق) کے بیٹھنے، اٹھنے، زندہ ہونے، مرنے اور اس کے نماز وروزہ سے متغیر وتبدیل نہیں ہوتا۔

۳۶۔ حق تعالیٰ نے خلق کو سادہ آثار کفر اور انوار ایمان (بے رنگ کفر و ایمان) سے پیدا فرمایا۔ ان کو اس قابل بنا دیا کہ ان سے نافرمانی، نیکی اور عبادت حضور دل سے واقع ہو۔ حق تعالیٰ نے ان کو بلوغت کے بعد عبادت کا حکم فرمایا۔ علماء کے نزدیک بالغ ہونے کی عمر پندرہ برس (۱۵سال) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان اور فرمانبرداری کا حکم فرمایا اور ان کو کفر و معصیت سے منع فرمایا۔ پھر جس نے کفر کیا اس کا کفر اپنے فعل، اختیار، انکار، اصرار، جہالت، نادانی و غرور اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد کے چھوٹ جانے سے ہے۔ جو کوئی ایمان لایا وہ اپنی تابعداری، فرمانبرداری سے، اپنی زبان پر اقرار کرنے، اپنے دل سے سچ ماننے سے اللہ تعالیٰ کے حکم، اللہ تعالیٰ کی توفیق، اس کی مدد اور اس کے فضل سے ایمان لایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

......اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ...... (سورۃ البقرۃ:۲۴۳)

یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔

۳۷۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو جس قدر کہ قیامت کے دن تک پیدا ہونے والے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے درجہ بہ درجہ اور گروہ در گروہ باہر لایا۔ اس کے بعد ان کے فرزندوں کی پشتوں اور بیٹیوں کے سینوں سے یہ سلسلہ جاری فرمایا۔ ان میں سے بعض سفید تھے اور بعض سیاہ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں اور بائیں پھیلا کر اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی اس ذریت سے اس قول سے خطاب فرمایا،

......اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۔(سورۃ الاعراف:۱۷۲)

کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔

اس کو روز میثاق کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان اور احسان کا حکم فرمایا اور ان کو کفر و عصیان سے منع کیا۔ پس سب نے حق تعالیٰ جل شانہ کے رب ہونے پر اقرار کیا۔ اسے ایمان میثاقی کہتے ہیں۔ سب نے "بلیٰ"، یعنی "ہاں" کہہ کر اس بات کا اقرار کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اسے ایمان حقیقی یا حکمی بھی کہتے ہیں۔ اس کا یوں ذکر ہوا ہے؛

فهم يولدون علىٰ تلك الفطرة۔

پس وہ پیدا کیے جاتے ہیں اسی پیدائش (فطرت) پر۔

۳۸۔ جس شخص نے ایمان میثاقی کے بعد کفر اختیار کیا تو اس نے ایمان فطری کو کفر سے بدل دیا۔ جو کوئی ایمان لایا یعنی زبان سے اقرار کیا اور دل سے اس نے تصدیق کی وہ اپنی فطرت سلیمہ پر قائم رہا یعنی ایمان میثاقی پر ثابت رہا جس کا اس نے لفظ "بلیٰ" سے اقرار کیا تھا۔

۳۹۔ کسی کا کفر پر یا ایمان پر رہنا اللہ تعالیٰ کے جبر کی وجہ سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ کسی کو مومن پیدا کیا ہے اور نہ کافر بلکہ ان کو صرف اشخاص پیدا کیا ہے۔

۴۰۔ ایمان و کفر بندہ کا اختیاری فعل ہے اضطراری فعل نہیں ہے۔

۴۱۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو کفر کرتا ہے اس کے کفر کی حالت میں اسے کافر جانتا ہے۔ جب کفر اختیار کرنے کے بعد وہ بندہ ایمان لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی صورت میں اسے مومن جانتا ہے۔ بندہ کے کفر و ایمان سے حق تعالیٰ کا علم متغیر نہیں ہوتا ہے اور اس کی صفت غضب و رضا (اور دیگر صفات بھی) متغیر نہیں ہوتی ہیں۔

۴۲۔ بندوں کے تمام افعال خواہ کفر و ایمان کے ہوں خواہ بندگی اور نافرمانی کے حقیقت کی راہ سے یہ انہیں کا کسب ہے۔ ان کے یہ افعال زبردستی اور غلبہ کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ ان کے اختیار اور ان کی ذاتوں کے اس طرف رجحان کرنے سے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

......لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ......۔(سورۃ البقرہ:۲۸۶)

جو کچھ نیکیاں انہوں نے کمائیں وہ انہیں کے لیے ہوں گی اور جو کچھ کوشش کر کے انہوں نے برائیاں کمائیں ان کا بوجھ انہیں پر رہے گا۔

۴۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے موافق بندوں کے فعل پیدا فرماتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

......خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ......۔(سورۃ الانعام:۱۰۲)

ہر چیز کا خالق ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے اس لیے بندوں کے افعال کا بھی اللہ تعالیٰ خالق ہے۔

۴۴۔ حق تعالیٰ کے ارادہ،علم اور حق تعالیٰ کی قضا سے بندوں کے نیکی اور بدی کے تمام فعل انہیں کے کمائے ہوئے ہیں۔

۴۵۔ فرض،واجب،نفل ومستحب اور تمام قسم کی تھوڑی اور بہت فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کے حکم سے ثابت ہے۔

......اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ...... (سورۃ النساء:۵۹)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بجالاؤ۔

اور یہ تابعداری اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب ہے۔

......اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ o (سورۃ التوبۃ:۴)

یقیناً اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

اور یہی بات مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

......رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ...... (سورۃ المائدۃ:۱۱۹)،(سورۃ التوبۃ:۱۰۰)،(سورۃ المجادلۃ:۲۲)،(سورۃ البینۃ:۸)

راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم،مشیت،قضا اور تقدیر سے ہے۔ہر قسم کی نافرمانی،کفر،شرک،کبیرہ (بڑا گناہ) اور صغیرہ (چھوٹا گناہ) اللہ تعالیٰ کے علم،قضا،تقدیر اور مشیت سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیت مقدسہ آگاہ کر رہی ہے۔

...... فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ o (سورۃ آل عمران:۳۲)

یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

گناہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی سے نہیں ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ زمر کے پہلے رکوع میں ارشاد فرمایا ہے۔

...... وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ...... (سورۃ الزمر:۷)

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا ہے۔

برائی،گناہ اور نافرمانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہیں ہیں جیسا کہ کلام مجید میں واقع ہے۔

...... اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ o (سورۃ الاعراف:۲۸)

یقیناً اللہ تعالیٰ بے حیائی کے لیے حکم نہیں دیتا ہے۔

۴۶۔ تمام انبیاء علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں اور برائیوں سے پاک ہیں جیسے قتل،زنا،اغلام،چوری،پارسا عورتوں پر بہتان باندھنا، جادو،جہاد سے بھاگنا،بندوں پر ظلم کرنا،شہروں میں فساد پھیلانا وغیرہ۔ان میں سے کبیرہ گناہوں سے جان کر اور بھول کر دونوں طرح سے گناہ کرنے سے انبیاء پاک ہیں اور صغیرہ سے جان کر پاک ہیں نہ بھول کر نبی ہونے کے بعد نہ اس سے پہلے۔انبیاء نبی ہونے سے پہلے بھی کفر سے معصوم ہیں۔یہ سب مسائل بالا جماع ثابت ہیں اور یہی شرح فقہ اکبر ملا علی قاری کا خلاصہ ہے۔

۴۷۔ بے شک بعض انبیاء علیہم السلام سے نبوۃ ظاہر ہونے سے پہلے یا رسالت کے اوصاف حمیدہ کے بعد لغزشیں اور خطائیں ہوئی ہیں۔

۴۸۔ شرح فقہ اکبر ملا علی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے اپنے نفس مبارک کو نزار بن معد بن عدنان تک منسوب فرمایا ہے۔درج ذیل نسب شریف میں آنحضرت ﷺ سمیت بائیس پشتیں ہوتی ہیں اور اس نسب شریف میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ابن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ۔

آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں ۔ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہے کوئی نبی آپ ﷺ کے بعد نہیں ہوسکتا ۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب، خاص بندے اور رسول ہیں ۔ آپ ﷺ نے نبوت سے پہلے یا بعد میں کبھی بھی شرک اور بت پرستی نہیں کی اور نہ ہی کبھی صغیرہ و کبیرہ گناہ کیا ۔

۴۹ ۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد آدمیوں میں سے سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق بن ابی قحافہؓ ہیں ۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق بن الخطابؓ، ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین بن عفانؓ، ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بن ابی طالب ہیں ۔

۵۰ ۔ حضور نبی کریم ﷺ کے چاروں خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت باقی اصحاب اسی طرح ہمیشہ حق کی پیروی پر رہے جس طرح کہ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تھے ۔ ان کے آپس میں اختلافات و معرکوں کے واقع ہونے کے سے بھی ان کے حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور ان کے کمال و فضیلت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا ۔

۵۱ ۔ تفسیر حسینی میں بیان کیے گئے عقیدے کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کی آل پاک اور تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دوست رکھتے ہیں ۔ آل پاک بھی اصحاب میں شامل ہیں ۔ ہم ان میں سے کسی کو برا نہیں کہتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں ہمیں رافضیوں اور خارجیوں سے اختلاف ہے ۔ رافضی (شیعہ) اصحاب کی شان میں اور خارجی آل پاک کے حضور میں گستاخ و بے ادب ہیں ۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہماری دوستی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ......

(سورۃ التوبۃ: ۱۰۰)

اگلوں میں آگے رہنے والے مہاجرین اور انصار اور جنہوں نے ان آگے رہنے والوں کی ایمان اور اطاعت میں پیروی کی (تمام صحابہ کرام سے (ان کی طاعت کو قبول فرما کر) اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا اور وہ (اللہ تعالیٰ کی عطا، بخشش اور فضل پر) اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے ۔

ہم تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے محبت رکھتے ہیں:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ

میرے اصحاب کو برا نہ کہو ۔

۵۲ ۔ ہم اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہر ایک سے حسن ظن رکھتے ہیں اور انہیں خیر سے یاد کرتے ہیں ۔ اگر چہ ان میں سے بعض سے ایسا کام ہوا جو خیر کی صورت میں نہیں ہے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے،

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ

ہر زمانہ کہ گزرا اور گزرتا ہے اس میں سب سے اچھا میرا زمانہ ہے ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے،

اذا ذُكِر اَصْحَابِیْ فاسْكتوا

جب میرے اصحاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا ذکر ہو تو خاموش رہو ۔

اس حدیث شریف سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے درمیان جو اختلافات اور معرکے ہوئے ان کے بارے میں گفتگو، تنقید اور ملامت سے پرہیز کرو اور ان کی نسبت رائے و تنقید میں زیادتی اور کمی کرنے سے بھی بچو ۔

۵۳ ۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے کہ ہم خوارج کی طرح کسی مسلمان کو اس کے گناہوں کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے خواہ اس سے گناہ کبیرہ ہوا ہو ۔ ہاں اگر کوئی کسی ایسے گناہ کے حلال ہونے کا معتقد ہو جس کا حرام ہونا واضح اور قطعی دلیل سے ثابت ہو چکا ہے تو وہ کافر ہے ۔

۵۴۔ معتزلہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کرنے والا ایمان سے باہر ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا یعنی وہ ایمان اور کفر کے درمیان ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے۔
شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے کہ مسلمان سے گناہ کبیرہ ہو جانے کی وجہ سے اس کا ایمان ضائع نہیں ہوتا یعنی وہ مومن ہی رہتا ہے کافر نہیں ہوتا۔ (اگر چہ گناہ کی وجہ سے اس کے نورِ ایمان میں کمی آجاتی ہے۔)

۵۵۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے کہ فرقہ مرجیہ، ملاحدہ اور اباحتیہ کی طرح ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ مومن کو ایمان حاصل ہونے کے بعد گناہ نقصان نہیں پہنچاتا اور مومن گناہگار دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

۵۶۔ موزوں پر مسح کرنا سنت ہے۔ مقیم ایک دن اور رات اور مسافر تین رات دن تک مسح سے کام لے سکتا ہے۔ اس کے بعد پھر مکمل وضو کے دوران پاؤں دھونا ہوں گے اور ضرورت ہو تو نئے سرے سے مسح کر سکتا ہے۔

۵۷۔ ماہِ رمضان کی راتوں میں تراویح سنت ہے۔

۵۸۔ نیک و متقی مومن اور گناہگار مومن دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔

۵۹۔ اگر مومن گنہگار اچھے خاتمہ کے ساتھ مرا ہو تو وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔

۶۰۔ ہم فرقہ مرجیہ کی طرح اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ ہماری نیکیاں یقیناً مقبول ہیں اور برائیاں بخش دی گئی ہیں۔ ہم کہتے ہیں جو کوئی نیکی کی صحیح شرطوں کے ساتھ نیک عمل کرے گا یعنی اس کا نیک عمل ظاہری اور باطنی عیبوں مثلاً کفر، خود پسندی، ریا وغیرہ سے خالی ہوگا اور اچھے خاتمہ کے ساتھ وفات پائے گا تو اس کا یہ عمل نیک ضائع نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ o (سورۃ التوبۃ:۱۲۰)
بے شک اللہ تعالیٰ حاضر دل عابدوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے۔
بلکہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بندوں سے ایسے عمل کو قبول فرمائے گا اور اس پر بندوں کو اپنے وعدہ کے مطابق ثواب عطا فرمائے گا۔

۶۱۔ جس مومن نے سوائے شرک اور کفر کے اور برے کام کئے اور توبہ کیے بغیر وفات پا گیا اسے حق سبحانہ وتعالیٰ چاہے تو اپنے عدل سے عذاب کرے اور اگر چاہے تو اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دے۔ اگر کسی گناہ پر سزا بھی ملی تو ایسا مومن ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا۔

۶۲۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے کہ ریا اور عجب کے علاوہ اور کوئی گناہ نیکیوں کو ضائع نہیں کرتا۔ جب کسی عمل میں ریا واقع ہو جائے گی تو اس عمل کا اجر ضائع ہو جائے گا بلکہ وہ عمل باقی نہ رہے گا اور اسی طرح عجب (نیکی پر تکبر) عمل ضائع کر دیتا ہے۔

۶۳۔ انبیاء علیہ السلام کے معجزے اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی کرامات کتاب اور سنت سے ثابت شدہ ہیں۔

۶۴۔ لغت میں خرق کے معنی پھٹنے کے ہیں۔ خرق عادت سے مراد خلاف عادت کے ہیں یعنی ایسی حیران کن باتیں جو خلق خدا سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ظاہر ہونے والے خوارق اور دشمنوں سے ظاہر ہونے والے خوارق۔ احادیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ کفار سے بعض خوارق ہوئے ہیں۔ ہم ان خوارق کو معجزات کے نام سے نہیں پکارتے ہیں کیونکہ معجزات صرف انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوئے۔ نہ ان کا نام ہم کرامات رکھتے ہیں کیونکہ کرامات کا ظہور صرف اصفیاء یعنی برگزیدہ اور پرہیزگار لوگوں سے ہوتا ہے۔ ہم ان خوارق کو استدراج کہہ کر پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کی حاجتیں پوری کر کے انہیں ڈھیل دیتا ہے جس سے وہ دھوکے میں رہتے ہیں یعنی دنیا میں ان کے ساتھ فریب ہے اور آخرت میں ان کے لئے عذاب ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَ o (سورۃ الاعراف:۱۸۲)
عنقریب ہم ان کو آہستہ آہستہ (تھوڑا تھوڑا کر کے) پکڑے لیتے ہیں اور ہلاکت سے نزدیک کیے دیتے ہیں ایسے طریقے سے کہ وہ نہ جان سکیں گے۔

یعنی وہ جب کوئی گناہ کرتے ہیں ہم اس وقت خاص ان کے لیے نعمت بڑھا دیتے ہیں۔تو وہ نافرمانی میں اور بڑھ جاتے ہیں،غفلت کا شکار رہتے ہیں اور ان حاجت روائیوں کو جو بطور استدراج ہیں بہت پسند کرتے ہیں۔وہ انہیں انعام واحسان سمجھتے ہیں اور اس سے ان کی بدکاری،نافرمانی اور کفر میں اضافہ ہوتا ہے۔

۶۵۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے اور رازق ہے رزق دینے سے پہلے۔(مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی تخلیق سے پہلے بھی خالق اور رازق تھا۔اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی طرح یہ صفات بھی ازلی اور قدیم ہیں اور اس بات پر ایمان واجب ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے۔

۶۶۔ مومن جنت میں اللہ تعالیٰ کو بغیر تشبیہ،بغیر کیف اور کمیت کے سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے۔(کیونکہ اللہ تعالیٰ مشابہت،صورت اور کیفیت یعنی کیسا،کس طرح اور کیونکر ہونے سے اور مقدار و اندازہ ہونے سے پاک ہے۔)

۶۷۔ حق تعالیٰ اور خلق کے درمیان مسافت یعنی فاصلہ نہ ہوگا نہ نہایت نزدیک ہونے کی صورت میں،نہ نہایت دور ہونے کی حالت میں، نہ اتصال(نزدیک ہونے کی حالت کے ساتھ)،نہ انفصال(جدا ہونے کی حالت کے ساتھ)،نہ حلول یعنی کسی چیز میں داخل ہو جانا جس کو گھل جانا کہتے ہیں کی صورت میں اور نہ اتحاد یعنی ایک ہو جانے کے طریق پر جس میں دوئی کا اطلاق نہ ہو۔

۶۸۔ ایمان سے مراد ہے زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا(سچ ماننا)۔

۶۹۔ ایمان والوں کا ایمان کم یا زیادہ نہیں ہوتا ہے۔وہ فرشتوں میں سے ہوں یا جنت والوں میں سے،زمین والوں میں سے از قسم انبیاء ہوں خواہ اولیاء یا تمام مومنین۔

۷۰۔ تمام ایمان والے اصل ایمان توحید میں برابر ہیں اور اعمال میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔

۷۱۔ اسلام اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے تسلیم کرنے یعنی باطن یا دل سے قبول کرنے اور ظاہر میں حکم بجا لانے کو کہتے ہیں۔پس لغوی طور پر ایمان اور اسلام کے مطلب میں فرق ہے لیکن شریعت میں ایمان بغیر اسلام نہیں پایا جاتا ہے۔پس ایمان اور اسلام مانند ایک شے کے ہے کہ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوتا ہے جیسے پشت پیٹ سے جدا نہیں۔

۷۲۔ دین سے مراد ایمان،اسلام اور تمام شرعی احکامات ہیں۔

۷۳۔ ہم حق تعالیٰ کو اپنے مقدور اور طاقت کے مطابق پہچانتے ہیں جیسا پہچاننے کا حق ہے۔ہم حق تعالیٰ کو اس کی تمام صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کے ساتھ پہچانتے ہیں جن کا اس نے قرآن حکیم میں ذکر فرمایا ہے۔ثبوتیہ وہ صفتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود ہیں اور ثابت ہیں اور سلبیہ وہ صفتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود نہیں ہیں اور جن کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا کفر ہے مثلاً جھوٹ، غیبت،برائی وغیرہ۔قرآن مجید میں آیا ہے:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ‌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ۝ (سورۃ الشوریٰ:۱۱)

نہیں ہے مثل اس سبحانہ کے کوئی چیز اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۷۴۔ کوئی بھی اتنی طاقت،ہمت اور قدرت نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی عبادت کرے۔بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے حکم سے کرتا ہے۔(لیکن جیسا کہ حق ہے اس کے حکم مطابق کر نہیں پاتا۔)

۷۵۔ تمام مومنین فطری معرفت،دینی احکامات پر یقین،اللہ تعالیٰ پر توکل،اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے لیے محبت،تقدیر اور قضا پر راضی ہونے،غضب اور عقوبت سے خوف کرنے،خوشنودی اور ثواب پانے کے لیے امیدواری میں،ایمان یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ثابت ہونے کے یقین میں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے متحقق ہونے پر برابر ہیں۔مومنین نیکی یا برائی کرنے کے لحاظ سے فرق رکھتے ہیں۔یہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری سے ہے۔(اس سے مراد دل کا غیر اللہ سے صاف،پاک اور خالی کرنا بھی ہوسکتا ہے تا کہ یقین مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔

۷۶۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے فضل سے فضل کرنے والا ہے اور بعض بندوں پر اپنے عدل سے بغیر زیادتی کے عذاب کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے فضل سے جس چیز کے اس کے بندے مستحق ہیں اس کا انہیں دوگنا ثواب عطا کرتا ہے۔ اور کبھی اپنے فضل سے بواسطہ شفاعت یا بلا واسطہ گناہ کو چھپاتا ہے۔

۷۷۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کی شفاعت گناہگار مومنین اور سزا کے مستحق گناہ کبیرہ کرنے والے مومنین کے لیے حق ہے۔

۷۸۔ ملائکہ، علماء، اولیاء، فقراء اور اطفال مومنین صابرین کی (یعنی ان مومنین کے بچوں کی جن کے والدین نے ان کی وفات پر صبر کیا) اپنے والدین کے لیے شفاعت کے ثابت ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

۷۹۔ اعمال کا وزن ہونا یعنی قیامت کے دن اعمال کا دو پلڑوں کے ترازو میں تلنا حق ہے۔

۸۰۔ قیامت کے دن انسان کو بدلہ ملے گا مثلاً ظالم کی نیکیاں مظلوم کو ملیں گی یا مظلوم کے گناہ ظالم کے حساب میں شمار ہوں گے تا کہ ظالم کو ظلم کی سزا ملے اور مظلوم کو اجر ملے۔ اس لیے کہ وہاں درہم اور دینار نہ ہوں گے کہ ان سے ان کا بدل ہو سکے۔

۸۱۔ اگر ظالم کی نیکیاں نہ ہوں گی تو ظلم کے بدلہ میں مظلوم کی بدیاں ظالموں کی گردن پر رکھنا حق ہے۔

۸۲۔ حوض کوثر اور پل صراط حق ہے۔

۸۳۔ جنت اور دوزخ موجود ہیں، حق ہیں اور جنتیوں اور دوزخیوں کے داخل ہونے کے بعد فنا نہ ہوں گے۔ جبر یہ فرقہ والوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ جنتیوں اور دوزخیوں کے داخل ہونے کے بعد جنت اور دوزخ فنا ہو جائیں گے۔ اسی طرح یہ عقیدہ بھی غلط ہے کہ جنت اور دوزخ کی تخلیق قیامت کو یا قیامت کے بعد ہوگی۔ جنت اور دوزخ کی تخلیق قیامت سے پہلے حق ہے۔

۸۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب اور ثواب فنا نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ رہے گا۔ جبر یہ فرقہ کے لوگوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب اور ثواب ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ فنا ہو جائے گا۔

۸۵۔ اللہ تعالیٰ جس کسی کو چاہے اپنے فضل سے ایمان اور بندگی کے لیے ہدایت عطا فرماتا ہے یعنی سیدھا راستہ بتلاتا ہے اور جس کسی کو چاہے اپنے عدل سے از روئے حکمت کفر و گناہ کے راستے پر چلنے کے لیے ڈھیل دیتا ہے۔

۸۶۔ جب اللہ تعالیٰ کسی سے ناراض ہو تو بندہ کو اس بات کی توفیق عطا نہیں فرماتا جو اس کی رضا کا باعث ہو۔ اسے خذلان کہتے ہیں جو کہ حکمت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے عدل سے ہے۔ اسی طرح مخذول کو اس کے گناہ کی بناء پر عذاب کیا جانا عدل سے ہے، جس کا وہ مستحق تھا۔

۸۷۔ ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ شیطان سختی اور جبر سے مومن بندے سے ایمان سلب کر دیتا ہے۔ ہم یہ عقیدہ ہے کہ بندہ شیطان کے بہکانے یا خواہش نفس کی وجہ سے ایمان کو اپنے اختیار سے چھوڑ دیتا ہے۔ پس جب بندہ ایمان کو ترک کر دیتا ہے تو شیطان ایمان کو اس بندہ سے سلب کر لیتا ہے۔

۸۸۔ قبر میں یا مستقر میں منکر و نکیر کے سوالات حق ہیں۔

مَنْ رَبُّکَ وَمَا دِیْنُکَ وَ مَنْ نَبِیُّکَ.

تمہارا رب کون ہے اور تمہارا دین کیا ہے اور تمہارا نبی کون ہے۔

مستقر سے مراد ہے ٹھکانہ یعنی ٹھہرنے کی جگہ جہاں کہیں بھی ہو جیسا کہ دریا میں ڈوبا ہوا اور آگ میں جلا ہوا اور بھیڑیے کا کھایا ہوا وغیرہ۔

۸۹۔ روح کا قبر میں بندہ کے جسد (جسم) کی طرف (لوٹنا) حق ہے۔

۹۰۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں بیان ہوا ہے کہ

قبر کا دبانا سب مومنین کے لیے حق ہے۔ مومنین کے لیے قبر کا دبانا شفیق ماں کے گلے لگا لینے کی مانند ہے۔

۹۱۔ قبر کا عذاب سب کافروں کے لیے اور بعض گناہ گار مومنین کے لیے حق ہے اور اسی طرح بعض مومنین کو نعمت دینا حق ہے۔

۹۲۔ باری تعالیٰ کی صفات کے تمام نام **عزت اسمائه و تعالت صفاته** یعنی اس کے نام غالب اور بزرگ ہیں اور اس کی صفات برتر ہیں۔ علماء نے اسماء الحسنٰی کی فارسی میں جو بیان کی ہے اسماء کی وہ تعبیر جائز ہے۔مگر اسم الٰہی **یــد** کی فارسی میں دست کے ساتھ تعبیر جائز نہیں ہے۔

۹۳۔ جائز ہے کہ کہے ''بروی اللہ تعالیٰ بلا تشبیہ و بلا کیف'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رو کے سامنے جو بغیر تشبیہ اور بغیر کیف کے ہے۔

۹۴۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں بیان کیے گئے عقیدے کا خلاصہ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی فرمان برداروں سے نزدیکی اور گنہگاروں سے دوری نہیں ہے۔

لمبائی اور کوتاہی مسافت کی راہ سے نہیں ہے اور نہ بزرگی اور نہ خواری اور بے عزتی کی بناء پر۔مطیع حق تعالیٰ سے قریب ہے بلا کیف اور عاصی (گناہ گار) حق تعالیٰ سے دور ہے بلا کیف اس وصف کا ساتھ جس میں اس کی پاکی ہوتی ہو۔امام اعظم علیہ الرحمۃ نے حق تعالیٰ کے قرب اور بعد کو جو بندہ سے ہے اور بندہ کے قرب اور بعد کو جو حق تعالیٰ سے ہے اسے بغیر وضاحت کے باب متشابہات سے قرار دیا ہے۔

۹۵۔ اللہ تعالیٰ کی مناجات کرنے والے سے نزدیکی و دوری، سامنے آنا اور متوجہ ہونا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جنت میں بندے کے پڑوس ہونا اور بندے کا قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا یہ سب بلا کیف ہے۔

۹۶۔ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ پر جو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہے اور کتابوں میں دفتین کے درمیان لکھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے علیٰ ما ہو المشہور یعنی اسی بنا پر کہ وہ مشہور ہے۔

۹۷۔ قرآن مجید کی سب کی سب آئتیں خواہ ان میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہو، خواہ اولیاء اللہ کی مدح ہو یا اللہ تعالیٰ کے غضب یا اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی برائی کا ذکر ہو فضیلت لفظی اور عظمت معنوی میں یکساں ہیں۔لیکن بعض آیتوں کو ذکر و مذکور دونوں طرح کی فضیلت ہے جیسے آیۃ الکرسی۔اس لیے کہ آیۃ الکرسی میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جلالت و عظمت اور اس کی صفت مذکور ہے جو حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔پس آیۃ الکرسی میں دو فضیلتیں جمع ہو گئیں۔ایک فضیلت ذکر کی دوسری فضیلت مذکور کی اور بعض آیتوں کو فقط فضیلت ذکر حاصل ہے مذکور کی فضیلت حاصل نہیں جیسا کہ سورہ تبت یدا اور اسی جیسی اور آیتیں جو بدکاروں کے احوال کی نسبت نازل ہوئی ہیں۔

۹۸۔ اللہ تعالیٰ کے نام جیسے اللہ تعالیٰ اور احد اور اللہ تعالیٰ کی صفتیں جیسے **لَهُ الْمُلْكُ** اور **لَهُ الْحَمْدُ** یعنی اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے یہ مطلق فضیلت اور عظمت میں برابر ہیں یعنی ان وجوہ سے قطع نظر کر کے جس وجہ سے بعض کی بعض پر فضیلت ہے اور ذات و صفات حق تعالیٰ کے لیے ان کے بولے جانے میں فرق نہیں ہے اور یہ مساوات بعض اسماء و صفات کی بعض (اسماء و صفات) پر عظمت کے منافی نہیں ہے یعنی بعض کی بعض پر جزوی عظمت بوجہ فضیلت و عظمت ہے۔

۹۹۔ رسول اللہ ﷺ کے والدین کا کفر پر وفات پانے کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کے والدین مکرمین کے ایمان صحیح ہونے کے بارے میں دلائل زیادہ ہیں اور علماء کی اکثریت کا یہی عقیدہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے والدین مکرمین نے ایمان پر دنیا سے پردہ فرمایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا سے ایمان پر پردہ فرمایا ہے۔رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کافر مرے۔حضرت قاسم، حضرت طاہر اور حضرت ابراہیم علیہم السلام رسول اللہ ﷺ کے فرزند تھے۔

۱۰۰۔ حضرت بی بی فاطمہ اور بی بی زینب اور بی بی رقیہ اور بی بی ام کلثوم سلام اللہ تعالیٰ علیھن رسول اللہ تعالیٰ ﷺ کی مقدس و معزز بیٹیاں ہیں۔

۱۰۱۔ جس وقت انسان اہل ایمان پر علم توحید کی باریک باتوں میں سے کوئی شے مشکل ہو جائے تو اس انسان پر واجب ہے کہ ایسی چیز کا مختصر طور پر اعتقاد کرے جو حق تعالیٰ کے نزدیک درست ہے یعنی جو کچھ حق تعالیٰ کے نزدیک درست ہے وہی میرا مقبول و مختار ہے

اور تفصیل نہ کرے یہاں تک کہ کسی ایسے عالم کو ملے جو حقیقت احوال کو پہچانتا ہو اور عارف ہو۔ پس مکمل طور پر اس سے تفصیلی ایمان پوچھ لے اور دیر نہ کرے۔

۱۰۲۔ معراج کی شب حضور نبی کریم غوث الثقلین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا جسد اطہر کے ساتھ حالت بیداری میں آسمان کی طرف تشریف لے جانا حق ہے اور متعدد طریق سے ثابت ہے۔ پس جو کوئی اس خبر کو رد کر دے گا اور اس کے موافق ایمان نہ لائے گا گمراہ اور بدعتی ہے کہ دین میں نئی بات پیدا کرتا ہے۔

۱۰۳۔ دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور قیامت کے دن کی تمام علامتیں حق ہیں اور آیات مقدسہ واحادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔

۱۰۴۔ اللہ تعالیٰ جس کسی کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ یہاں فقہ اکبر شرح ملا علی قاری کی عبارت ختم ہوگئی ہے۔

اس کے بعد مترجم و تسہیل نگار کی دعا ہے اور درود شریف ہے کیونکہ ہر عبادت کے اول و آخر اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا محبوب و مقبول عمل ہے۔

دعا

اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَاصِراطاً مُّسْتَقِیْمًا وَ دِیْنًا قَوِیْمًا بِحُرْمَةِ صَاحِبِ الصِّرَاطِ اٰمِیْن یَارَبَّ الْعٰلِمِیْنَ۔

اے اللہ تعالیٰ ہم کو صاحب صراط کی حرمت سے کہ راستہ کے مالک ہیں سیدھا راستہ اور مضبوط دین بتا۔ اے جہانوں کے پالنے والے ہماری دعا قبول فرما۔

دُرودشریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی مُحَمَّدٍ رَسُوْلِکَ وَ حَبِیْبِکَ وَ عَلٰی اَنْوَارِہٖ کَمَا تُحِبُّہٗ وَ تَرْضَاہُ وَشَفِّعْہُ فِیْنَا وَ تَرَحَّمْنَا بِہٖ۔

یااللہ رحمت اور برکت اور سلامتی ہمیشہ سے ہمیشہ تک بھیج محمد ﷺ پر اپنے رسول پر اور اپنے حبیب پر اور ان کے انوار پر جیسا تجھے وہ محبوب ہیں اور تو ان سے راضی ہے اور ان کو ہمارا سفارشی کر اور ہم پر ان کے وسیلہ سے رحمت فرما۔

مآخذ

(۱) قرآن حکیم/کتب احادیث مبارکہ/تراجم/کمپیوٹر پر قرآن حکیم کے پروگرام

(۲) سیارہ ڈائجسٹ اولیاء کرام نمبر جلد دوم

(۳) مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مترجم اردو تالیف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مولانا دوست محمد شاکر۔

(۴) فوائد الفواد ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ پروفیسر محمد سرور۔

(۵) حق و باطل کی پہچان — مولانا محمد ابوالکلام احسن قادری

(۶) جاء الحق (حصہ اول) — مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) شرک شریک مشرک — محمد صفدر علی رضوی

(۸) قادیانی کافر کیوں؟ — ارشاد الحق اثری

(۹) احمدی مسلمان نہیں — ترجمہ انگریزی فیصلہ سول جج شیخ محمد رفیق گوریجہ

(۱۰) تعاقب — حکیم محمد یوسف

(۱۱) ختم نبوت — مولوی نور حسین

(۱۲) اسلامیات لازمی (انٹر) — پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

(۱۳) التوحید — علامہ ابوالفیض محمد عبدالکریم ابدالوی

(۱۴) توحید اور شرک — علامہ سید احمد سعید کاظمی

(۱۵) تعظیم نبی ﷺ — مفتی جلال الدین احمد امجدی

(۱۶) گستاخ رسول کی سزا قتل — علامہ سید احمد سعید کاظمی

(۱۷) رموز الجفر — کاش البرنی

(۱۸) تاریخ مشائخ چشت — خلیق احمد نظامی

(۱۹) ہمارا اسلام — مفتی خلیل خان

(۲۰) معارف اسم محمد ﷺ — پروفیسر طاہر القادری

(۲۱) جواہر البحار جلد اول و دوم — امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ مترجمین مولانا غلام رسول محمد عبدالحکیم

(۲۲) اسلامیات لازمی (بی اے) — علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

(۲۳) مدارج النبوت جلد اول و دوم — شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۴) عقائد نظامیہ — شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ حضرت مسلم نظامی

(۲۵) احیاء العلوم — امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۶) تصحیح اعقائد — مولانا حامد بدایونی

(۲۷) منہاج العقائد — پروفیسر طاہر القادری

(۲۸) بہار شریعت (حصہ اول) — مولانا محمد امجد علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۹) فیروز اللغات اردو جدید — فیروز سنز